

آنے لگے۔ یہ تھیں وہ نشانیاں جو اسی نسل نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں جسے مخاطب کر کے نبی ﷺ نے پہلی مرتبہ یہ آیت سنائی تھی اور اس کے بعد سے آج تک اللہ تعالیٰ ان نشانیوں کو برابر دکھائے جا رہا ہے۔ مسلمانوں نے اپنے زوال کے دور میں بھی اخلاق کی جس بلندی کا مظاہرہ کیا ہے اس کی گرد کو بھی وہ لوگ کبھی نہیں پہنچ سکے جو تہذیب و شائستگی کے علمبردار بنے پھرتے ہیں۔ یہ قرآن ہی کی برکت ہے جس نے مسلمانوں میں اتنی انسانیت پیدا کر دی ہے کہ وہ کبھی غلبہ پا کر اتنے ظالم نہ بن سکے جتنے غیر مسلم تاریخ کے ہر دور میں پائے گئے ہیں۔ اسپین میں جب مسلمان صدیوں حکمراں رہے اس وقت عیسائیوں کے ساتھ ان کا کیا سلوک تھا اور جب عیسائی وہاں غالب آئے تو انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ ہندوستان میں آٹھ سو برس کے زمانہ حکومت میں مسلمانوں نے ہندوؤں کے ساتھ کیا برتاؤ کیا اور اب ہندو غالب آنے کے بعد ان کے ساتھ کیا برتاؤ کر رہے ہیں۔ یہودیوں کے ساتھ پچھلے تیرہ سو برس میں مسلمانوں کا رویہ کیا رہا اور اب فلسطین میں مسلمانوں کے ساتھ ان کا کیا رویہ ہے۔

دوسرا مفہوم اس آیت کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آفاق ارض و سماء میں بھی اور انسانوں کے اپنے وجود میں بھی لوگوں کو وہ نشانیاں دکھائے گا جن سے ان پر یہ بات کھل جائے گی کہ یہ قرآن ہی برحق ہے۔ ان چیزوں میں خدا کی نشانیاں اس قدر بے شمار ہیں کہ انسان کبھی ان کا احاطہ نہیں کر سکا ہے۔ ہر دور میں انسان کے سامنے نئی نئی نشانیاں آتی چلی گئی ہیں اور قیامت تک آتی چلی جائیں گی۔ (تفہیم القرآن سے ماخوذ)

ایک نو مسلم ڈاکٹر ماریس بکوائے نے ”بائبل، قرآن اور سائنس“ کے عنوان سے ایک کتاب لکھی ہے جس میں انہوں نے بتایا ہے کہ جدید سائنسی معلومات نے بائبل کی بہت سی باتوں کو غلط ثابت کر دیا ہے۔ لیکن آفاق اور نفس کے متعلق قرآن کی باتوں کی یہی سائنسی معلومات یکے بعد دیگرے تصدیق کرتی چلی جا رہی ہیں۔ اسی حقیقت نے ڈاکٹر صاحب کو یقین دلایا کہ قرآن حق ہے اور اللہ کا کلام ہے، اور وہ ایمان لے آئے۔ (مرتب)

بمطابق ۲۲ ستمبر ۲۰۰۸ء

مورخہ ۲۱ / رمضان المبارک ۱۴۲۹ھ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سورة الشوریٰ (42)

آیت نمبر (1 تا 7)

حَمَّ ۝۱	عَسَقَ ۝۲	كَذٰلِكَ يُوحٰی	اِلَيْكَ	وَ اِلَى الَّذِیْنَ	مِنْ قَبْلِكَ ۝۳
-	-	اس طرح وحی کرتا ہے	آپ کی طرف	اور ان کی طرف جو	آپ سے پہلے تھے
اللّٰهُ	الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝۴	لَهُ	مَا فِی السَّمٰوٰتِ	وَمَا فِی الْاَرْضِ ط	
اللہ	جو بالادست ہے حکمت والا ہے	اس کا ہی ہے	وہ جو آسمانوں میں ہے	اور وہ جو زمین میں ہے	
وَهُوَ الْعَلِیُّ	الْعَظِیْمُ ۝۵	تَكَادُ السَّمٰوٰتُ	یَنْقَطِرْنَ		
اور وہ بالاتر ہے	عظمت والا ہے	قریب ہیں آسمان کہ	وہ پھٹ پڑیں		

مِنْ فَوْقَهُنَّ	وَأَمَّا لَكُمْ لُيُسَّبِحُونَ	بِحَمْدِ رَبِّهِمْ	وَيَسْتَنْبِغُونَ
اپنے اوپر (اس کے رعب) سے	اور فرشتے تسبیح کرتے ہیں	اپنے رب کی حمد کے ساتھ	اور وہ مغفرت مانگتے ہیں
لِيَسُنَّ فِي الْأَرْضِ ط	الَّا إِنَّ اللَّهَ	هُوَ الْغَفُورُ	الرَّحِيمُ ⑤
ان کے لیے جو زمین میں ہیں	سنو! یقیناً اللہ	ہی بخشنے والا ہے	رحم کرنے والا ہے
وَالَّذِينَ	اتَّخَذُوا	مِنْ دُونِهِ	أَوْلِيَاءَ
اور جن لوگوں نے	بنائے	اس کے علاوہ	کچھ کارساز
اللَّهُ حَفِيفٌ	عَلَيْهِمْ ط	ان لوگوں پر	اللہ نگرانی کرنے والا ہے
وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ	بِوَكِيلٍ ①	وَكَذَلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ	قُرْآنًا عَرَبِيًّا
اور آپ نہیں ہیں ان لوگوں پر	کوئی نگہبان	اور اس طرح ہم نے وحی کیا آپ کی طرف	عربی قرآن
لِتُنذِرَ	أُمَّ الْقُرَىٰ	وَمَنْ حَوْلَهَا	وَتُنذِرَ
تاکہ آپ خبردار کریں	بستیوں کی ماں (مکہ) والوں کو	اور ان کو جو اس کے ارد گرد ہیں	اور تاکہ آپ خبردار کریں
لَا رَيْبَ	فِيهِ ط	فِي الْجَنَّةِ	وَفَرِيقٌ
ذرا بھی شک نہیں ہے	جس میں	جنت میں ہے	اور ایک فریق
فِي السَّعِيرِ ④	فِي السَّعِيرِ ④	فِي السَّعِيرِ ④	فِي السَّعِيرِ ④
ہمیشہ جلنے والی آگ میں ہے	ہمیشہ جلنے والی آگ میں ہے	ہمیشہ جلنے والی آگ میں ہے	ہمیشہ جلنے والی آگ میں ہے

نوٹ: 1 اُمُّ الْقُرَىٰ کے معنی ہیں ساری بستیوں اور شہروں کی اصل اور بنیاد اور اس سے مراد مکہ مکرمہ ہے۔ اس کا نام اُمُّ الْقُرَىٰ اس لیے رکھا گیا کہ یہ شہر ساری دنیا کے شہروں اور بستیوں سے اللہ کے نزدیک اشرف و افضل ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ہجرت کے وقت مکہ مکرمہ کو خطاب کر کے فرمایا کہ تو میرے نزدیک اللہ کی ساری زمین سے بہتر ہے اور ساری زمین سے زیادہ محبوب ہے۔ اگر مجھے اس زمین سے نکالنا نہ جاتا تو میں اپنی مرضی سے کبھی اس زمین کو نہ چھوڑتا۔ وَمَنْ حَوْلَهَا یعنی مکہ مکرمہ کے آس پاس۔ اس سے مراد آس پاس کے عرب ممالک بھی ہو سکتے ہیں اور پوری زمین کے مشرق و مغرب بھی۔ (معارف القرآن)۔

آیت نمبر (8 تا 12)

وَكُوْنُ شَاءَ اللَّهِ	لَجَعَلَهُمْ	أُمَّةً وَاحِدَةً	وَالَّذِينَ يَدْخُلُونَ
اور اگر چاہتا اللہ	تو ضرور بناتا ان کو	ایک (ہی) امت	اور لیکن وہ داخل کرتا ہے
مَنْ يَشَاءُ	فِي رَحْمَتِهِ ط	مَا لَهُمْ	مِنْ وَّلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ①
اس کو جس کو وہ چاہتا ہے	اپنی رحمت میں	نہیں ہے ان کے لیے	کوئی بھی کارساز اور نہ ہی کوئی مددگار
أَمْرًا اتَّخَذُوا	مِنْ دُونِهِ	أَوْلِيَاءَ ج	فَاللَّهُ هُوَ الْوَلِيُّ
یا ان لوگوں نے بنائے	اس کے سوا	کچھ کارساز	تو اللہ ہی کارساز ہے
وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ	قَدِيرٌ ②	وَمَا	الْمُؤْتَىٰ ز
اور وہ ہی ہر چیز پر	قدرت رکھنے والا ہے	اور وہ	مردوں کو

اِخْتَلَفْتُمْ	فِيهِ	مِنْ شَيْءٍ	فَحُكْمَهُ	إِلَى اللَّهِ ط	ذِكْمٌ
تم لوگوں نے اختلاف کیا	جس میں	کچھ بھی	تو اس کا فیصلہ	اللہ کی طرف ہے	یہ

اللَّهُ	رَبِّي	عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ	وَأَلَيْهِ أُنِيبُ ۝
اللہ	میرا رب ہے	اس پر ہی میں نے بھروسہ کیا	اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں

فَاطُرُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ط	جَعَلَ لَكُمْ	مِنْ أَنْفُسِكُمْ	أَزْوَاجًا
(وہ) زمین اور آسمانوں کو جو دیکھتے والا ہے	اس نے بنائے تمہارے لیے	تمہاری جانوں (جنس) سے	جوڑے

وَمِنَ الْأَنْعَامِ	أَزْوَاجًا	يَذَرُوكُمْ	فِيهِ ط	لَيْسَ	كَمَثَلِهِ
اور چوپایوں سے	جوڑے	وہ پھیلاتا ہے تم لوگوں کو	اس (زمین) میں	نہیں ہے	اس کی مثال جیسی (بھی)

شَيْءٌ ع	وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ۝	لَهُ	مَقَالِيدُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ع	يَبْسُطُ الرِّزْقَ
کوئی چیز	اور وہ ہی سنے والا دیکھنے والا ہے	اس کے لیے ہی ہیں	زمین اور آسمانوں کی کنجیاں	وہ کشادہ کرتا ہے روزی کو

لِمَنْ يَشَاءُ	وَيَقْدِرُ ط	إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ	عَلِيمٌ ۝
اس کے لیے جس کے لیے وہ چاہتا ہے	اور وہ ناپ تول کرتا (دیتا) ہے (جسے چاہے)	یقیناً وہ ہر چیز کا	علم رکھنے والا ہے

نوٹ: 1

آیت - 8 - کے مضمون کا مقصد اہل ایمان کو ان مشکلات کی حقیقت سمجھانا ہے جو تبلیغ دین اور اصلاح خلق کی راہ میں اکثر پیش آتی ہیں۔ جو لوگ اللہ کی دی ہوئی آزادی انتخاب و ارادہ، اور اس کی بنا پر طباغ اور طریقوں کے اختلاف کی حقیقت کو نہیں سمجھتے، وہ کبھی تو کارِ اصلاح کی سست رفتاری دیکھ کر مایوس ہونے لگتے ہیں اور کبھی وہ ضرورت سے زیادہ جوش سے کام لے کر اصلاح کے بے جا طریقوں کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔ ان کے لیے ایک بڑا اہم مضمون مختصر سے فقروں میں بیان فرمایا گیا ہے۔ اس دنیا میں اللہ کی حقیقی خلافت اور آخرت میں اس کی جنت کوئی معمولی رحمت نہیں ہے جو ہر طرح کی مخلوق پر ایک رحمتِ عام کی طرح بانٹ دی جائے۔ یہ تو ایک خاص اور بہت اونچے درجے کی رحمت ہے جس کے لیے فرشتوں تک کو موزوں نہ سمجھا گیا۔ اسی لیے انسان کو ایک ذی اختیار مخلوق کی حیثیت سے پیدا کر کے اللہ تعالیٰ نے اپنی زمین کے یہ وسیع ذرائع اس کے تصرف میں دیئے تاکہ یہ اس امتحان سے گزر سکے جس میں کامیاب ہو کر ہی کوئی بندہ اس کی یہ رحمتِ خاص پانے کے قابل ہو سکتا ہے۔ یہ رحمت اللہ کی اپنی چیز ہے۔ اسے وہی لے سکتا ہے جو اللہ کے حضور بندگی پیش کرے۔ اس کو اپنا ولی بنائے اور اس کا دامن تھامے۔ تب اللہ اس کی مدد اور رہنمائی کرتا ہے اور اسے اس امتحان سے بخیریت گزرنے کی توفیق عطا فرماتا ہے تاکہ وہ اس کی رحمت میں داخل ہو سکے لیکن جو ظالم اللہ سے منہ موڑ لے اور اس کے بجائے دوسروں کو اپنا ولی بنا بیٹھے، اللہ کو کچھ ضرورت نہیں پڑی ہے کہ وہ زبردستی اس کا ولی بنے۔ (تفہیم القرآن)۔

نوٹ: 2

لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ (کوئی چیز اس کے مانند جیسی نہیں ہے) کے متعلق بعض مفسرین کہتے ہیں کہ اس میں لفظ مثل پر کاف (حرف تشبیہ) کا اضافہ محاورے کے طور پر کیا گیا ہے جس سے مقصود بات میں زور پیدا کرنا ہوتا ہے اور عرب میں یہ طرز بیان رائج ہے۔ دوسرے حضرات کا قول یہ ہے کہ اس جیسا کوئی نہیں ہے کہنے کے بجائے اس کے مثل جیسا کوئی نہیں کہنے میں مبالغہ ہے۔ مراد یہ ہے کہ اگر بفرض محال اللہ کا کوئی مثل ہوتا تو اس جیسا بھی کوئی نہیں ہوتا، کجا کہ خود اللہ جیسا کوئی ہو۔ (تفہیم القرآن)۔

آیت نمبر (13 تا 19)

ترجمہ

شَرَعَ لَكُمْ	مِنَ الدِّينِ	مَا	وَوَحَىٰ بِهِ	نُوحًا
اس نے قانون بنایا تمہارے لیے	نظام حیات میں سے	اس کو	اس نے تاکید کی جس کی	نوحؑ کو
وَالَّذِي	أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ	وَمَا	وَصَبَّأْنَا بِهِ	وَمُوسَىٰ
اور اس کو (بھی) جو	ہم نے وحی کیا آپ کی طرف	اور اس کو (بھی)	ہم نے تاکید کی جس کی	ابراہیمؑ کو اور موسیٰؑ کو
وَعِيسَىٰ	أَنْ أَقِيمُوا	الدِّينَ	وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ	عَلَى الْمَشْرُكِينَ
اور عیسیٰؑ کو	کہ تم لوگ قائم رکھو	اس نظام حیات کو	اور الگ الگ مت ہو اس میں	بڑی گراں گزری
مَا	تَدْعُوهُمْ	إِلَيْهِ	اللَّهُ يَجْتَبِي	إِلَيْهِ
وہ (بات)	آپ بلاتے ہیں ان کو	جس کی طرف	اللہ چن لیتا ہے	اپنی طرف
وَيَهْدِي	إِلَيْهِ	مَنْ يُنِيبُ	وَمَا تَفَرَّقُوا	إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا
اور وہ رہنمائی کرتا ہے	اپنی طرف	اس کی جو رجوع کرتا ہے	اور وہ لوگ الگ الگ نہیں ہوئے	مگر اس کے بعد جو
جَاءَهُمُ	الْعِلْمُ	بَعِيًّا	بَيْنَهُمْ	مِنْ رَبِّكَ
آیا ان کے پاس	علم	سرکشی کرتے ہوئے	آپس میں	اور اگر نہ ہوتا ایک ایسا فرمان جو
إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى	لِقَضَىٰ	بَيْنَهُمْ	وَأَنَّ الَّذِينَ	أُورِثُوا
ایک معین مدت تک کے لیے	توضور فیصلہ کر دیا جاتا	ان کے درمیان	اور بیشک وہ لوگ جو	وارث بنائے گئے
الْكِتَابِ	مِنْ بَعْدِهِمْ	لَفِي شَكٍّ	مِنْهُ	فَلْيَذَلِكِ
کتاب کے	ان لوگوں کے بعد	یقیناً ایک ایسے شک میں ہیں	اس سے	جو شبہ میں ڈالنے والا ہے
فَادْعُهُ	وَاسْتَقِمُّ	كَمَا	أُصْرَتُ	أَهْوَاءَهُمْ
پھر آپ دعوت دیں	اور آپ قائم (ڈٹے) رہیں	اس کی مانند جو	آپ کو حکم دیا گیا	اور آپ پیروی مت کریں
وَقُلْ	أَمَنْتُ بِهَا	أَنْزَلَ اللَّهُ	مِن كِتَابِهِ	وَأُصْرَتُ
اور آپ کہیے	میں ایمان لایا اس پر جو	اتاری اللہ نے	کوئی کتاب	اور مجھے حکم دیا گیا
بَيْنَكُمْ	اللَّهُ رَبَّنَا	وَرَبُّكُمْ	لَنَا أَعْمَالُنَا	وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ
تمہارے درمیان	اللہ ہمارا رب ہے	اور تمہارا رب ہے	ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں	اور تمہارے لیے تمہارے اعمال ہیں
لَا حُجَّةَ	بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ	اللَّهُ يَجْمَعُ	بَيْنَنَا	وَاللَّيْهِ
کوئی بھی بحث و تکرار نہیں ہے	ہمارے درمیان اور تمہارے درمیان	اللہ جمع کرے گا	ہمارے مابین	اور اس کی طرف ہی

الْبَصِيرُ ۱۵	وَالَّذِينَ يُحَاجُّونَ	فِي اللَّهِ	مِنْ بَعْدِ مَا	اسْتَجِيبَ	لَهُ
لوٹنا ہے	اور جو لوگ دلیل بازی کرتے ہیں	اللہ (کے بارے) میں	اس کے بعد کہ جو	مان لیا گیا	اس کو
حُبَّتْهُمْ	دَاحِضَةٌ	عِنْدَ رَبِّهِمْ	وَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ	وَلَهُمْ	عَذَابٌ شَدِيدٌ ۱۶
ان کی دلیل	رد ہونے والی ہے	ان کے رب کے پاس	اور ان پر ایک غضب ہے	اور ان کے لیے	ایک شدید عذاب ہے
اللَّهُ الَّذِي	أَنْزَلَ	الْكِتَابَ بِالْحَقِّ	وَالْبَيِّنَاتِ ۱۷	وَمَا يُدْرِيكَ	
اللہ وہ ہے جس نے	اتارا	اس کتاب کو حق کے ساتھ	اور ترازو کو	اور آپ کیا جانتے ہیں	
لَعَلَّ السَّاعَةَ	قَرِيبٌ ۱۸	يَسْتَعْجِلُ بِهَا	الَّذِينَ	لَا يُؤْمِنُونَ بِهَا ۱۹	
شاید وہ گھڑی (قیامت)	قریب (ہی) ہو	جلدی چاہتے ہیں اس کی	وہ لوگ جو	ایمان نہیں رکھتے اس پر	
وَالَّذِينَ آمَنُوا	مُشْفِقُونَ مِنْهَا	وَيَعْلَمُونَ	أَنَّهَا	الْحَقُّ ۲۰	
اور جو لوگ ایمان لائے	(وہ) ڈرنے والے ہیں اس سے	اور وہ جانتے ہیں	کہ وہ (قیامت)	برحق ہے	
أَلَا إِنَّ الَّذِينَ	يُبَادِرُونَ	فِي السَّاعَةِ	لَقِيَ ضَلِيلٌ بَعِيدٌ ۲۱	اللَّهُ لَطِيفٌ	
خبردار! بیشک جو لوگ	جھگڑا کرتے ہیں	اس گھڑی (کے بارے) میں	(وہ) یقیناً ایک دور کی گمراہی میں ہیں	اللہ نرمی کرنے والا ہے	
بِعِبَادِهِ	يَرْزُقُ	مَنْ يَشَاءُ ۲۲	وَهُوَ الْقَوِيُّ	الْعَزِيزُ ۲۳	
اپنے بندوں پر	وہ روزی دیتا ہے	اس کو جسے وہ چاہتا ہے	اور وہ ہی قوت والا ہے	بالادست ہے	

نوٹ: 1

اس سورہ کی تمہید میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا گیا تھا کہ تمہیں اسی دین حق کی وحی کی جارہی ہے جس کی وحی تم سے پہلے نبیوں اور رسولوں کوئی گئی۔ اب آیت 13-13 میں اسی مضمون کی وضاحت کی جارہی ہے کہ یہ کوئی انوکھا اور اجنبی دین نہیں ہے بلکہ شروع سے لے کر ان آخری نبی تک سب کا دین یہی رہا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کا حوالہ یہاں اس طرح دیا ہے کہ پہلے ابتدائی اور آخری کڑی یعنی حضرت نوحؑ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر فرمایا۔ پھر بیچ کے انبیاء میں سے تین جلیل القدر نبیوں کا نام خاص طور سے لیا۔ اس اہتمام کے ساتھ ان کے ذکر کی وجہ یہ ہے کہ انہی تین نبیوں کی پیروی کے مدعی اُس وقت قرآن کے سامنے تھے۔ مشرکین عرب حضرت ابراہیمؑ کی پیروی کے مدعی تھے اور یہود و نصاریٰ بالترتیب حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کے۔ پھر اس ہدایت کا ذکر ہے جو ان نبیوں کے واسطے سے ان کے پیروؤں کو دی گئی کہ ”الذین“ کو قائم کرو اور اس میں فرق مت کرو۔

الذین پر الف لام اس طرح کا ہے جس طرح الکتب پر ہے۔ جس طرح الکتب کے معنی اللہ کی کتاب کے ہیں اسی طرح الذین کے معنی اللہ کے دین کے ہیں اور اللہ کا دین شروع سے اسلام ہے۔ (ال عمران 19) اس دین کی بنیاد توحید پر ہے۔ اس کے عقائد اور اس کی اساسات شروع سے آخر تک بالکل ایک ہیں۔ فرق اگر ہوا ہے تو جزئیات شریعت میں ہوا ہے جس کو قرآن نے شرعاً و منہاجاً کے الفاظ سے تعبیر فرمایا ہے۔ (تدبر قرآن)۔

نوٹ: 2

بعض لوگوں نے دیکھا کہ جس دین کو قائم کرنے کا حکم دیا گیا ہے وہ تمام انبیاء علیہم السلام کے درمیان مشترک ہے، اور شریعتیں ان سب کی مختلف رہی ہیں، جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ”تم میں سے سب کے لیے ہم نے بنایا شرعاً (ایک دستور) وَّ مِنْهَا جَمًا (ایک راستہ)۔“

(المائدہ-48)۔ اس لیے انہوں نے یہ رائے قائم کر لی کہ دین سے مراد شرعی احکام و ضوابط نہیں ہیں بلکہ صرف توحید و آخرت اور کتاب و نبوت کا ماننا اور اللہ تعالیٰ کی عبادت بجالانا ہے۔ یہ ایک بڑی سطحی رائے ہے جو محض سرسری نگاہ سے دین کی وحدت اور شریعتوں کے اختلاف کو دیکھ کر قائم کر لی گئی ہے۔ اور یہ ایسی خطرناک رائے ہے کہ اگر اس کی اصلاح نہ کر دی جائے تو بات وہاں تک جا پہنچے گی جس میں بتلا ہو کر سینٹ پال نے دین بلا شریعت کا نظریہ پیش کیا۔ اس لیے کہ جب شریعت دین سے الگ ایک چیز ہے اور حکم صرف دین کو قائم کرنے کا ہے تو لامحالہ مسلمان بھی عیسائیوں کی طرح شریعت کو غیر اہم سمجھ کر نظر انداز کر دیں گے اور صرف ایمانیات اور اخلاقی اصولوں کو لے کر بیٹھ جائیں گے۔ اس لیے ہم خود اللہ کی کتاب سے پوچھ لیتے ہیں کہ جس دین کو قائم کرنے کا یہاں حکم دیا گیا ہے۔ اس سے مراد صرف ایمانیات اور اخلاقیات ہی ہیں یا شرعی احکام بھی۔ (یہاں متعدد آیات کا حوالہ دیا گیا ہے جس سے صاف طور پر واضح ہو جاتا ہے کہ ان احکام کو ماننا اور پابندی کرنا بھی دین ہے جو اللہ اور اس کے رسول نے دیئے ہیں)۔

دراصل ساری غلط فہمی صرف اس وجہ سے پیدا ہوئی ہے کہ سورۃ المائدہ کی آیت-48، کو یہ معنی پہنچا دیئے گئے کہ شریعت چونکہ ہر امت کے لیے الگ تھی اور حکم صرف اس دین کو قائم کرنے کا دیا گیا ہے جو تمام انبیاء کے درمیان مشترک تھا اس لیے اقامت دین کے حکم میں اقامت شریعت شامل نہیں ہے۔ حالانکہ اس آیت کو اس کے سیاق و سباق (آیات-41 تا 50) کے ساتھ اگر کوئی پڑھے تو معلوم ہوگا کہ اس آیت کا صحیح مطلب یہ ہے کہ جس نبی کی امت کو جو شریعت بھی اللہ تعالیٰ نے دی تھی وہ اس امت کے لیے دین تھی اور اس کے دور نبوت میں اس کی اقامت مطلوب تھی۔ اس لیے امت محمدیہ کو جو شریعت دی گئی ہے وہ اس دور کے لیے دین ہے اور اس کا قائم کرنا ہی دین کا قائم کرنا ہے۔ (تفہیم القرآن۔ ج ۴ ص: ۴۸۸ تا ۴۹۱ سے ماخوذ)

اقامت دین کا حکم دینے کے بعد آخری بات جو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ارشاد فرمائی وہ یہ ہے کہ دین میں تفرقہ برپا مت کرو۔ اس سے مراد یہ ہے کہ آدمی دین کے اندر اپنی طرف سے کوئی نزالی بات ایسی نکالے جس کی کوئی معقول گنجائش اس میں نہ ہو اور اصرار کرے کہ اس کی بات کے ماننے ہی پر کفر و ایمان کا مدار ہے پھر جو ماننے والے ہوں انہیں لے کر نہ ماننے والوں سے جدا ہو جائے۔ اس تفرقے کا اس اختلاف رائے سے کوئی تعلق نہیں ہے جو دین کے احکام کو سمجھنے اور ان سے مسائل مستنبط کرنے میں فطری طور پر اہل علم کے درمیان واقع ہوتا ہے۔ (تفہیم القرآن)۔ فروعی مسائل میں جہاں قرآن و حدیث میں کوئی واضح حکم موجود نہیں ہے، وہاں ائمہ مجتہدین کا اپنے اپنے اجتہاد سے کوئی حکم متعین کر لینا، اس میں اختلاف رائے و نظر کی بنا پر اختلاف ہونا لازمی ہے۔ اس کا اس تفرق ممنوعہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ایسا اختلاف صحابہ کرام میں خود عہد رسالت سے چلا آیا ہے اور باتفاق فقہاء رحمت ہے۔ (معارف القرآن)۔

نوٹ: 3

آیت نمبر (20 تا 24)

(آیت-20)۔ كَانَ يُرِيدُ كَوَاغِرَ مَا ضَى اسْتَمْرَارَى مَا نَى تَوَاغَى نَزِدْ لَهُ بَعِ جُوڑ ہو جاتا ہے اور ترجمہ ٹھیک نہیں بنتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہاں پر كَانَ فعل ناقص ہے اور مَنْ شَرَطِيَهُ كِي وَجِه سے اس کا ترجمہ ماضی کے بجائے حال میں ہوگا۔ (آیت-24) يَمْحُ اللَّهُ مِيں دراصل مضارع يَمْحُو ہے جس کی واو گری ہوئی ہے۔ اس کا ایک امکان یہ ہو سکتا تھا کہ فَاِنْ يَشَاءَ اللَّهُ شَرَطِ كَا پھلا جواب شَرَطِيْ خْتَمَ ہے اور يَمْحُو دوسرا جواب شرط ہونے کی وجہ سے مجزوم ہوا تو واو گر گئی۔ لیکن ایسی صورت میں آیت کا مفہوم ہو جاتا ہے کہ اگر اللہ چاہتا تو وہ مہر لگا دیتا آپ کے دل پر (لیکن مہر لگائی نہیں) اور مٹا دیتا باطل کو (لیکن مٹایا نہیں)۔ یہ مفہوم کنی لحاظ سے غلط ہے۔ اولاً یہ کہ یہ بات خلاف واقعہ ہے۔ ثانیاً یہ

ترکیب

کہ آگے وَيُحِقُّ الْحَقَّ بے جوڑ ہو جاتا ہے۔ ثالثاً یہ کہ ایسی صورت میں يَبْسُخُ کا فاعل اسم ظاہر اللہ لانے کی ضرورت نہیں تھی۔ اس کو يَبْسُخُ الْبَاطِلِ آنا چاہیے تھا۔ اس لیے عَلَى قَلْبِكَ پر وقف کرتے ہیں اور آگے نیا جملہ مانتے ہیں۔ ایسی صورت میں کہتے ہیں کہ يَبْسُخُ اللَّهُ دَرِاصِلِ يَبْسُخُو اللَّهُ ہے اور کسی عامل کے بغیر اس کی واو گری ہے۔ یہ قرآن مجید کا مخصوص املا ہے کہ اس مقام پر يَبْسُخُو کو واو کے بغیر لکھتے ہیں۔ اس طرح آگے وَيُحِقُّ الْحَقَّ سے اس کا ربط قائم ہو جاتا ہے اور پوری عبارت مربوط ہو جاتی ہے۔

(نوٹ: مذکورہ بالا بظاہر غیر ضروری طوالت کے حوالے سے طلباء اس حقیقت کو ذہن نشین کر لیں کہ ہمارے بزرگوں نے ایک ایک آیت کے ایک ایک لفظ اور ایک ایک حرف پر Magnifying Glass (محب شیشہ) لگا کر بڑی باریک بینی اور عرق ریزی کے ساتھ آیات کے مفہوم کا تعین کیا ہے۔ آج کل کچھ لوگ قرآنی آیات کو اپنے من مانے معانی پہنانا چاہتے ہیں۔ ان کا پہلا حربہ یہ ہوتا ہے کہ وہ جدید تعلیم یافتہ لوگوں کی نظروں میں بزرگوں کے کام کو بے وقعت قرار دیتے ہیں۔ جو طلباء محض اللہ کی رضا کے لیے قرآن کا مطالعہ کر رہے ہیں انہیں خود کو اس شیطانی حربے سے بچانا ہوگا۔)

ترجمہ

مَنْ كَانَ	يُرِيدُ	حَرَّتِ الْآخِرَةِ	نَزِدْكَ	فِي حَرْثِهِ ٥	وَمَنْ كَانَ
جو ہے (کہ)	وہ چاہتا ہے	آخرت کی کھیتی کو	تو ہم زیادہ کرتے ہیں اس کے لیے	اس کی کھیتی میں	اور جو ہے (کہ)

يُرِيدُ حَرَّتِ الدُّنْيَا	نُوْتِهِ	مِنْهَا	وَمَا لَهُ	فِي الْآخِرَةِ	مِنْ تَصِيْبٍ ٥
وہ چاہتا ہے دنیا کی کھیتی کو	تو ہم دیتے ہیں اس کو	اس میں سے	اور نہیں ہے اس کے لیے	آخرت میں	کوئی بھی حصہ

أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ	شَرَعُوا لَهُمْ	مِنَ الدِّينِ	مَا	لَمْ يَأْذُنْ	بِهِ	اللَّهُ ٥
کیا ان کے کچھ ایسے شریک ہیں	جنہوں نے قانون بنایا ان کے لیے	دین میں سے	اس کو	اجازت نہیں دی	جس کی	اللہ نے

وَكَوْلَا كَلِمَةً الْفَصْلِ	لَقَضَىٰ بَيْنَهُمْ ٥	وَأَنَّ الظَّالِمِينَ	لَهُمْ
اور اگر نہ ہوتا فیصلہ کا فرمان	تو ضرور فیصلہ کر دیا جاتا ان کے درمیان	اور یقیناً ظالم لوگ	ان کے لیے ہی ہے

عَذَابٌ أَلِيمٌ ٥	تَرَىٰ	الظَّالِمِينَ	مُشْفِقِينَ	مِمَّا كَسَبُوا
ایک دردناک عذاب	آپ دیکھیں گے	ظالم لوگوں کو	ڈرنے والا ہوتے ہوئے	اس سے جو انہوں نے کمائی کی

وَهُوَ	وَأَقْبَحُ بَيْعِهِمْ ٥	وَالَّذِينَ آمَنُوا	وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
حالانکہ وہ	پڑنے والی ہے ان پر	اور جو لوگ ایمان لائے	اور انہوں نے عمل کیے نیکیوں کے

فِي رَوْضَاتِ الْجَنَّاتِ ٥	لَهُمْ مَا	يَشَاءُونَ	عِنْدَ رَبِّهِمْ ٥
(وہ لوگ) جنتوں کے سبزہ زاروں میں ہوں گے	ان کے لیے وہ ہے جو	وہ لوگ چاہیں گے	اپنے رب کے پاس

ذَلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيرُ ٥	ذَلِكَ الَّذِي	يُبَشِّرُ اللَّهُ	عِبَادَ الَّذِينَ
یہی (سب سے) بڑا فضل ہے	یہ وہ ہے جس کی	بشارت دیتا ہے اللہ	اپنے اُن بندوں کو جو

آمَنُوا	وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ٥	قُلْ	لَا أَسْأَلُكُمْ	عَلَيْهِ	أَجْرًا
ایمان لائے	اور انہوں نے عمل کیے نیکیوں کے	آپ کہہ دیجئے	میں نہیں مانگتا تم لوگوں سے	اس (تبلیغ کے کام) پر	کوئی اجرت

إِلَّا الْمَوَدَّةَ	فِي الْقُرْبَىٰ ط	وَمَنْ يَفْتَرِفْ	حَسَنَةً	تَزِدْ لَهُ فِيهَا
مگر خیر خواہی (مروت)	قربت (رشتہ داری) میں	اور جو ارتکاب کرتا ہے	کسی نیکی کا	تو ہم زیادہ کرتے ہیں اس کے لیے اس میں
حَسَنًا ط	إِنَّ اللَّهَ	عَفْوٌ	شَكُورٌ ۞	أَمْ يَقُولُونَ
بھلائی کو	یقیناً اللہ	بے انتہا بخشنے والا ہے	انتہائی قدر دان ہے	یا وہ لوگ کہتے ہیں
عَلَى اللَّهِ كَذِبًا	فَإِنْ يَشَاءَ اللَّهُ	يَخْتِمُ	عَلَى قَلْبِكَ ط	وَيَسُخُّ اللَّهُ
اللہ پر ایک جھوٹ	پھر اگر چاہتا اللہ	تو وہ مہر لگا دیتا	آپ کے دل پر	اور مٹاتا ہے اللہ
أَبَاطِلَ	وَيُحِقُّ	الْحَقُّ	بِكَلِمَتِهِ ط	بِذَاتِ الصُّدُورِ ۞
باطل کو	اور وہ ثابت کرتا ہے	سچائی کو	اپنے فرمانوں سے	سینوں والی (بات) کو

نوٹ: 1

آیت - 21 میں شُرْكُوًا سے مراد شریک نہیں ہیں جن سے لوگ دعائیں مانگتے ہیں یا جن کی نذر و نیاز چڑھاتے ہیں، یا جن کے آگے پوجا پاٹ کے مراسم ادا کرتے ہیں بلکہ ان سے مراد وہ انسان ہیں جن کو لوگوں نے شریک فی الحکم ٹھہرا لیا ہے۔ جن کے عقائد، نظریات اور فلسفوں پر لوگ ایمان لاتے ہیں، جن کے اخلاقی اصولوں اور تہذیب و ثقافت کے معیاروں کو قبول کرتے ہیں، جن کے مقرر کیے ہوئے قوانین اور ضابطوں کو اپنی زندگی میں اس طرح اختیار کرتے ہیں کہ گویا یہی وہ شریعت ہے جس کی پیروی ان کو کرنی چاہیے۔ یہ ایک پورا کا پورا دین ہے جو اللہ کی تشریح کے خلاف اور اس کے اذن کے بغیر ایجاد کرنے والوں نے ایجاد کیا اور ماننے والوں نے مان لیا۔ یہ ویسا ہی شرک ہے جیسا غیر اللہ کو سجدہ کرنا اور غیر اللہ سے دعائیں مانگنا شرک ہے۔ (تفہیم القرآن)۔

نوٹ: 2

آیت - 23 میں ہے کہ میں اس کام پر تم لوگوں سے کوئی اجر نہیں مانگتا سوائے رشتہ داری میں مروت کے۔ اس کی جو تفسیر جمہور مفسرین سے منقول ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ میرا اصل حق تو تم پر یہ ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں، تم اس کا اعتراف کرو اور اپنی صلاح و فلاح کے لیے میری اطاعت کرو۔ اگر میری نبوت اور رسالت کو تسلیم نہیں کرتے تو نہ سہی مگر میرا ایک انسانی اور خاندانی حق بھی ہے جس کا تم انکار نہیں کر سکتے۔ تمہارے اکثر قبائل میں میری رشتہ داری ہے اور قربت کے حقوق اور صلہ رحمی سے تمہیں بھی انکار نہیں ہے۔ تو میں تم سے اپنی اس خدمت کا کوئی معاوضہ نہیں مانگتا جو میں تمہاری تعلیم و تبلیغ کے لیے کرتا ہوں، صرف اتنا چاہتا ہوں کہ رشتہ داری کے حقوق کا تو خیال کرو۔ بات کا ماننا یا نہ ماننا تمہارے اختیار میں ہے مگر عداوت اور دشمنی سے تو کم از کم یہ قربت کا تعلق مانع ہونا چاہیے۔ اب یہ بات ظاہر ہے کہ رشتہ داری کے حقوق کی رعایت خود ان کا اپنا فرض تھا، اس کو کسی خدمت کا معاوضہ نہیں کہا جاسکتا۔ آیت مذکورہ میں اس کو جو بلفظ استثناء ذکر فرمایا ہے تو یہ استثناء منقطع ہے۔ (آیت - 2/ البقرہ: 34، نوٹ - 1۔ دیکھیں) (معارف القرآن)

نوٹ: 3

ایک گروہ اس کا مطلب یہ بیان کرتا ہے کہ میں تم سے اس کام پر کوئی اجر اس کے سوا نہیں چاہتا کہ تم میرے اقارب سے محبت کرو۔ پھر اس گروہ کے بعض حضرات اقارب سے تمام بنی عبدالمطلب مراد لیتے ہیں اور بعض اسے صرف حضرت علیؓ اور بی بی فاطمہؓ اور ان کی اولاد تک محدود رکھتے ہیں۔ لیکن متعدد وجوہ کے سبب یہ تفسیر قابل قبول نہیں ہو سکتی۔ اولاً جس وقت مکہ میں سورہ شوریٰ نازل ہوئی، اس وقت حضرت علیؓ اور بی بی فاطمہؓ کی شادی تک نہیں ہوئی تھی، اولاد کا کیا سوال۔ اور بنی عبدالمطلب میں سب کے سب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نہیں دے رہے تھے بلکہ ان میں سے بعض دشمنوں کے ساتھی تھے جیسے ابو لہب۔ ثانیاً نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ دار صرف بنی عبدالمطلب ہی نہ تھے بلکہ قریش کے تمام گھرانوں میں آپؐ کی رشتہ داریاں تھیں۔ اور ان سب گھرانوں میں آپؐ کے بہترین صحابی بھی تھے اور بدترین دشمن بھی۔ یہ کس طرح ممکن تھا کہ ان سب اقرباء میں سے آپؐ صرف بنی عبدالمطلب کو اپنا رشتہ دار قرار دے کر اس مطالبہ محبت کو انہی کے لیے مخصوص رکھتے۔ ثالثاً ایک نبی

جس مقام بلند پر کھڑا ہو کر دعوت الی اللہ کی پکار بلند کرتا ہے، اُس مقام سے اس کا عظیم کامیاب اجر مانگنا کہ تم میرے رشتہ داروں سے محبت کرو، اتنی گری ہوئی بات ہے کہ کوئی صاحب ذوق سلیم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ رابعاً یہ بات اور بھی زیادہ بے موقع نظر آتی ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ اس تقریر کے مخاطب اہل ایمان نہیں بلکہ کفار ہیں۔ اس سلسلہ کلام میں مخالفین سے کوئی اجر طلب کرنے کا سوال ہی کہاں پیدا ہوتا ہے۔ اجر تو ان لوگوں سے مانگا جاتا ہے جن کی نگاہ میں اس کام کی کوئی قدر ہے۔ کفار تو اسے جرم سمجھ رہے تھے اور آپ کی جان کے درپے تھے۔ (تفہیم القرآن) اس لیے اصل مفہوم وہی ہے جو جمہور مفسرین نے بیان کیا ہے اور جس کا خلاصہ نوٹ۔ 2۔ میں دے دیا گیا ہے۔ (مرتب)

آیت نمبر (25 تا 29)

ترجمہ

وَهُوَ	الَّذِي	يَقْبَلُ التَّوْبَةَ	عَنْ عِبَادِهِ	وَيَعْفُو	عَنِ السَّيِّئَاتِ
اور وہ	وہ ہے جو	قبول کرتا ہے توبہ کو	اپنے بندوں سے	اور وہ درگزر کرتا ہے	برائیوں سے
وَيَعْلَمُ	مَا	تَفْعَلُونَ ﴿٢٥﴾	وَيَسْتَجِيبُ	الَّذِينَ	آمَنُوا
اور وہ جانتا ہے	اس کو جو	تم لوگ کرتے ہو	اور وہ جواب دیتا (قبول کرتا) ہے	ان لوگوں کو جو	ایمان لائے
وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ	وَيَزِيدُهُمْ	مِّنْ فَضْلِهِ ﴿٢٦﴾	وَالْكَافِرُونَ		
اور انہوں نے عمل کیے نیکوں کے	اور وہ زیادہ دیتا ہے ان کو	اپنے فضل سے	اور انکار کرنے والے!		
لَهُمْ	عَذَابٌ شَدِيدٌ ﴿٢٧﴾	وَكُوْبَسَّطَ اللَّهُ	الرِّزْقَ	لِعِبَادِهِ	
ان کے لیے	ایک شدید عذاب ہے	اور اگر کشادہ کر دے اللہ	روزی کو	اپنے بندوں کے لیے	
لَبَعُوا	فِي الْأَرْضِ	وَلَكِنْ يُنْزِلُ	بِقَدَرٍ	مَّا	يَشَاءُ ﴿٢٨﴾
تو وہ ضرور سرکشی کریں گے	زمین میں	اور لیکن وہ اتارتا ہے	ایک اندازے سے	اتنی جتنی	وہ چاہتا ہے
إِنَّهُ بِعِبَادِهِ	خَبِيرٌ ﴿٢٩﴾	بَصِيرٌ ﴿٣٠﴾	وَهُوَ الَّذِي	يُنْزِلُ الْغَيْثَ	
یقیناً وہ اپنے بندوں کی	خبر رکھنے والا ہے	دیکھنے والا ہے	اور وہ، وہ ہے جو	اتارتا ہے بارش کو	
مِّنْ بَعْدِ مَا	قَنَطُوا	وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهُ ﴿٣١﴾	وَهُوَ الْوَلِيُّ	الْحَمِيدُ ﴿٣٢﴾	
اس کے بعد کہ جب	وہ لوگ مایوس ہوئے	اور وہ پھیلاتا ہے اپنی رحمت کو	اور وہ ہی کارساز ہے	حمد کیا ہوا ہے	
وَمِنَ آيَاتِهِ	خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ	وَمَا	بَشَّ	فِيهَا	
اور اس کی نشانیوں میں سے ہے	زمین اور آسمانوں کا پیدا کرنا	اور وہ (بھی) جو	اس نے کھیرا	ان دونوں میں	
مِن دَابَّاتِهِ ﴿٣٣﴾	وَهُوَ	عَلَىٰ جَمْعِهِمْ	إِذَا يَشَاءُ	قَدِيرٌ ﴿٣٤﴾	
چلنے والے جاندار میں سے	اور وہ	ان سب کے جمع کرنے پر	جب بھی وہ چاہے گا	قدرت رکھنے والا ہے	



نوٹ: 1
دَابَّةٌ لغت میں ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو اپنے اختیار سے چلنے اور حرکت کرنے والی ہو۔ اس آیت میں (آیت 29) آسمان اور زمین دونوں کی طرف نسبت کر کے (فیہما) یہ کہا گیا ہے کہ ان میں اللہ تعالیٰ نے بہت سی چلنے والی مخلوقات پیدا کی ہیں۔ زمین پر چلنے والی مخلوقات تو ظاہر ہیں۔ آسمان میں ان سے مراد ملائکہ بھی ہو سکتے ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ آسمانوں میں ایسے جاندار موجود ہوں جو ابھی تک انسان کے علم میں نہیں آسکے۔ (معارف القرآن)۔

آیت نمبر (30 تا 36)

ر ک د

(ن) رُكُوْدًا
پانی یا ہوا کا ٹھہرنا۔
رَكِيْدَةً
سجروا کد۔ اسم الفاعل ہے۔ ٹھہرنے والی۔ زیر مطالعہ آیت -33۔

ترجمہ

وَمَا أَصَابَكُمْ	مِّنْ مُّصِيبَةٍ	فِيهَا	كَسَبَتْ	أَيِّدِيكُمْ
اور جو آگتی ہے تم لوگوں کو	کوئی بھی آگنے والی (مصیبت)	تو (وہ) اس سبب سے ہے جو	کمانی کی	تمہارے ہاتھوں نے
وَيَعْفُوا	عَنْ كَثِيرٍ ۖ	وَمَا أَنْتُمْ	بِعُجْزِينَ	فِي الْأَرْضِ ۗ
اور وہ (اللہ) درگزر کرتا ہے	بہتوں سے	اور تم لوگ نہیں ہو	عاجز کرنے والے	زمین میں
وَمَا كُمْ	مِّنْ دُونِ اللَّهِ	مِنْ وَّلِيٍّ	وَلَا نَصِيرٍ ۝	وَمِنَ آيَاتِهِ
اور نہیں ہے تمہارے لیے	اللہ کے علاوہ	کوئی بھی کارساز	اور نہ کوئی مددگار	اور اس کی نشانیوں میں سے ہیں
الْجَوَارِ	فِي الْبَحْرِ	كَالْأَعْلَاقِ ۖ	إِنْ يَشَاءُ	الرِّيحِ
کشتیاں	سمندر میں	پھاڑوں کی مانند	اگر وہ چاہے	ہوا کو
فَيُظَلِّلْنَ	رَوَاكِدَ	عَلَى ظُهُرِهِ ۖ	إِنَّ فِي ذَلِكَ	لَآيَاتٍ
نیچتاؤہ (کشتیاں) ہو جائیں	ٹھہری ہوئی	اس (سمندر) کی پیٹھ پر	بیشک اس میں	یقیناً نشانیاں ہیں
لِكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ ۖ	أَوْ يُوقِعَنَّ	بِمَا	كَسَبُوا	
ہر ایک خوب ثابت قدم رہنے والے، بہت شکر کرنے والے کے لیے	یا وہ تباہ کر دے ان (کشتیوں) کو	بسبب اس کے جو	ان لوگوں نے کمانی کی	
وَيَعْفُ	عَنْ كَثِيرٍ ۖ	وَيَعْلَمَ	الَّذِينَ	فِي آيَاتِنَا
اور (چاہے تو) درگزر کرے	بہتوں سے	اور (تاکہ) جان لیں	وہ لوگ جو	ہماری نشانیوں میں
مَا لَهُمْ	مِّنْ مَّجِيصٍ ۝	فَبَا أُوْتِيْتُمْ	مِّنْ شَيْءٍ	
(کہ) نہیں ہے ان کے لیے	کوئی بھی بچنے کی جگہ	اور جو دی جاتی ہے تم لوگوں کو	کوئی بھی چیز	
فَمَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا	وَمَا عِنْدَ اللَّهِ	خَيْرٌ	وَأَبْقَى	
تو (وہ) دنیوی زندگی کا سامان ہے	اور جو اللہ کے پاس ہے	(وہ) بہتر ہے	اور زیادہ باقی رہنے والا ہے	

لَّذِينَ	أَمَنُوا	وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ	يَتَوَكَّلُونَ ﴿٦٦﴾
ان لوگوں کے لیے جو	ایمان لائے	اور اپنے رب پر ہی	جو لوگ بھروسہ کرتے ہیں

نوٹ: 1

جیسے نعمتیں ایک خاص اندازہ و احوال کی رعایت سے دی جاتی ہیں (آیت - 27)، مصائب کا نزول بھی خاص اسباب و ضوابط کے تحت ہوتا ہے۔ بندوں کو جو کوئی سختی اور مصیبت پیش آئے اس کا سبب قریب یا بعید بندوں کے ہی بعض اعمال و افعال ہوتے ہیں۔ جیسے ایک آدمی غذا وغیرہ میں احتیاط نہ کرنے سے بیمار پڑ جاتا ہے یا کبھی حملہ یا شہر والے کی بے تدبیری اور حماقت سے پورے محلہ یا شہر کو نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ یہی حال روحانی اور باطنی بد پرہیزی اور بے تدبیری کا سمجھ لو۔ گویا دنیا کی ہر مصیبت بندوں کے بعض اعمال ماضیہ کا نتیجہ ہے اور مستقبل میں ان کے لیے تنبیہ ہے۔ اور یہ اس پر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت بندوں کے بہت سے گناہوں سے درگزر کرتی ہے۔ (ترجمہ شیخ الہند) یہ آیت۔ (آیت - 30) ان لوگوں کے لیے مخصوص ہے جن سے گناہ سرزد ہو سکتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام، جو گناہوں سے معصوم ہیں یا نابالغ بچے اور مجنون جن سے کوئی گناہ نہیں ہوتا، ان کو جو تکلیف پہنچتی ہے وہ اس حکم میں داخل نہیں۔ اس کے دوسرے اسباب اور حکمتیں ہوتی ہیں۔ (معارف القرآن)۔

مزید توضیح کے لیے یہ بیان کر دینا بھی ضروری ہے کہ مومن مخلص پر جو تکلیفیں اور مصیبتیں آتی ہیں وہ سب اس کے گناہوں، خطاؤں اور کوتاہیوں کا کفارہ بنتی چلی جاتی ہیں۔ حدیث میں ہے کہ ”مسلمان کو جو رنج، دکھ، فکر، غم، تکلیف اور پریشانی بھی پیش آتی ہے حتیٰ کہ ایک کانٹا بھی اس کو اگر چھتا ہے تو اللہ اس کو اس کی کسی نہ کسی خطا کا کفارہ بنا دیتا ہے۔“ رہے وہ مصائب جو اللہ کی راہ میں اُس کا کلمہ بلند کرنے کے لیے مومن برداشت کرتا ہے وہ محض کوتاہیوں کا کفارہ ہی نہیں ہوتے بلکہ اللہ کے ہاں ترقی درجات کا ذریعہ بھی بنتے ہیں۔ (تفہیم القرآن)۔

آیت نمبر (37 تا 43)

ترجمہ

وَالَّذِينَ يَجْتَنِبُونَ	كِبِيرَ الْإِثْمِ	وَالْفَوَاحِشَ	وَإِذَا مَا	غَضِبُوا
اور جو لوگ دور رہتے ہیں	گناہ کے بڑوں سے	اور بے حیاءوں سے	اور جس وقت	وہ غضبناک ہوتے ہیں

هُمْ يَغْفِرُونَ ﴿٦٧﴾	وَالَّذِينَ اسْتَجَابُوا	لِرَبِّهِمْ	وَاقَامُوا الصَّلَاةَ
تو وہ لوگ بخش دیتے ہیں	اور جن لوگوں نے جواب دیا (حکم مانا)	اپنے رب کا	اور جنہوں نے قائم کی نماز

وَأَمْرُهُمْ	شُورَى	بَيْنَهُمْ	وَمِمَّا	رَزَقْنَاهُمْ	يُنْفِقُونَ ﴿٦٨﴾
اور جن کا معاملہ	مشورہ کرنا ہے	اپنے درمیان	اور اس میں سے جو	ہم نے روزی دی ان کو	وہ لوگ خرچ کرتے ہیں

وَالَّذِينَ إِذَا	أَصَابَهُمْ	الْبَغْيُ	هُمْ يَنْتَصِرُونَ ﴿٦٩﴾	وَجَزَاءُ سَيِّئَاتِهِ
اور وہ لوگ کہ جب کبھی	آگتی ہے ان کو	زیادتی	تو وہ لوگ بدلہ لیتے ہیں	اور کسی برائی کا بدلہ

سَيِّئَةٍ	مِثْلَهَا	فَمَنْ عَفَا	وَأَصْلَحَ	فَأَجْرُهُ	عَلَى اللَّهِ ط
ایک برائی ہے	اس کی جیسی	پھر جس نے معاف کیا	اور اصلاح کی	تو اس کا اجر	اللہ پر ہے

إِنَّهُ لَا يَجِبُ	الظَّالِمِينَ ﴿٧٠﴾	وَلَكِنْ أَنْتَصَرَ	بَعْدَ ظُلْمِهِ	فَأُولَٰئِكَ
یقیناً وہ پسند نہیں کرتا	ظلم کرنے والوں کو	اور بیشک جس نے بدلہ لیا	اپنے پر ظلم کیے جانے کے بعد	تو وہ لوگ ہیں کہ



مَا عَلَيْهِمْ	مِّن سَبِيلٍ ۖ	إِنَّمَا السَّبِيلُ	عَلَى الَّذِينَ	يَظْلِمُونَ	النَّاسِ
جن پر نہیں ہے	کوئی بھی الزام	الزام تو بس	ان لوگوں پر ہے جو	ظلم کرتے ہیں	لوگوں پر
وَيَبْعُونَ	فِي الْأَرْضِ	بِغَيْرِ الْحَقِّ ۗ	أُولَئِكَ	لَهُمْ	
اور سرکشی (دھونس دھاندلی) کرتے ہیں	زمین میں	حق کے بغیر	وہ لوگ ہیں کہ	جن کے لیے	
عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝	وَلَمَن صَبَرَ	وَعَفَرَ	إِنَّ ذَلِكَ	لِئِن عَزَمَ الْأُمُورَ ۗ	
ایک دردناک عذاب ہے	اور بیشک جس نے صبر کیا	اور بخش دیا	تو وہ بیشک یہ	یقیناً معاملات کی ثابت قدمی میں سے ہے	

نوٹ: 1 یہاں (آیت- 37) برائیوں کے صرف کبار سے بچنے کا ذکر ہے۔ اس کی دو وجہیں ہیں ایک یہ کہ انسان خیر و شر کے دو متضاد اعمیاء کی کشمکش کے اندر امتحان میں ڈالا گیا ہے۔ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ کا مطالبہ اس سے یہ نہیں ہے کہ وہ بالکل معصوم ہو کر زندگی گزارے۔ اللہ تعالیٰ اس سے صرف یہ چاہتا ہے کہ وہ بڑے بڑے گناہوں سے بچنے کی پوری کوشش کرے۔ اگر وہ بڑی برائیوں سے بچتا رہے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی چھوٹی غلطیوں سے درگزر فرمائے گا۔ دوسری یہ کہ چھوٹی برائیوں سے بچنے کا صحیح طریقہ بھی یہی ہے کہ آدمی بڑی برائیوں سے اجتناب کرے۔ جو شخص اشرافیوں کی چوری سے اجتناب کرے گا وہ دھیلے اور پیسے کی چوری کرنے والا نہیں بنے گا۔ اگر اس طرح کی کوئی حرکت اس سے صادر ہوگی بھی تو سہو ای ہوگی، عہدا نہیں ہوگی۔ (تدبر قرآن)۔

نوٹ: 2 جہاں معاف کرنا مناسب ہو معاف کرے، مثلاً ایک شخص کی حرکت پر غصہ آیا، اس نے ندامت کے ساتھ اپنے تصور کا اعتراف کر لیا تو معاف کر دیا۔ یہ محمود ہے۔ اور جہاں بدلہ لینا مصلحت ہو، مثلاً کوئی خواہ مخواہ چڑھتا ہی چلا آئے یا جواب نہ دینے سے اس کا حوصلہ بڑھتا ہے یا دین کی اہانت اور جماعت مسلمین کی تذلیل ہوتی ہے، ایسی حالت میں بدلہ لیتے ہیں، وہ بھی بقدر اس کی زیادتی کے جرم سے زائد سزا نہیں دیتے۔ (ترجمہ شیخ الہند)۔ بی بی عائشہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی اپنی ذات کے لیے انتقام نہیں لیا۔ البتہ جب اللہ کی حرمتوں میں سے کسی حرمت کی ہتک کی جاتی تب آپ سزا دیتے تھے۔ (تفہیم القرآن)۔

آیت نمبر (44 تا 48)

وَمَنْ يُضِلِلْ	اللَّهُ	فَمَا لَهُ	مِن ذَلِيلٍ	مِّن بَعْدِهِ ۗ	وَتَرَى الظَّالِمِينَ
اور جس کو بھٹکا دے	اللہ	تو نہیں ہے اس کے لیے	کوئی بھی کارساز	اس کے بعد سے	اور آپ دیکھیں گے ظالموں کو
لَهَا	رَأَوْا	الْعَذَابَ	يَقُولُونَ	هَلْ إِلَى مَرَدٍّ	مِّن سَبِيلٍ ۖ
جب	وہ لوگ دیکھیں گے	عذاب کو	تو کہیں گے	کیا لوٹانے (کے کسی امکان) کی طرف	کوئی بھی راہ ہے
وَتَرَاهُمْ	يَعْرِضُونَ	عَلَيْهَا	حُشِعِينَ	مِن الذُّلِّ	
اور آپ دیکھیں گے ان کو	کہ وہ پیش کیے جاتے ہیں	اس (آگ) پر	عاجزی کرنے والے ہوتے ہوئے	تاجداری سے	
يَنْظُرُونَ	مِن ظَرْفٍ خَفِيٍّ ۗ	وَقَالَ الَّذِينَ	أَمْتُوا	إِنَّ الْخُسْرَاءَ	
دیکھتے ہوئے	پوشیدہ پلک (کن انکھوں) سے	اور کہیں گے وہ لوگ جو	ایمان لائے	یقیناً خسارہ پانے والے	

الَّذِينَ	خَسِرُوا	أَنْفُسَهُمْ	وَأَهْلِيَهُمْ	يَوْمَ الْقِيَامَةِ ط	الْآ كَا	إِنَّ الظَّالِمِينَ
وہ لوگ ہیں جنہوں نے	خسارے میں ڈالا	اپنی جانوں کو	اور اپنے گھر والوں کو	قیامت کے دن	سن لو!	یقیناً ظالم لوگ

فِي عَذَابٍ مُّقِيمٍ ۝	وَمَا كَانَ لَهُمْ	مِّنْ أَوْلِيَاءَ	يَنْصُرُوهُمْ
ایک دائمی عذاب میں ہیں	اور نہیں ہیں ان کے لیے	کوئی بھی ایسے کارساز	جو مدد کریں گے ان کی

مِّنْ دُونِ اللَّهِ ط	وَمَنْ يُضِلِلِ اللَّهُ	فَمَا لَهُ	مِن سَبِيلٍ ط	إِسْتَجِيبُوا
اللہ کے سوا	اور جس کو بھٹکا دے اللہ	تو اس کے لیے نہیں ہے	کوئی بھی راہ	تم لوگ جواب دو (کہا مانو)

لِرَبِّكُمْ	مِّن قَبْلِ أَنْ	يَأْتِيَ	يَوْمٌ	لَّا مَرَدَّ	لَهُ	مِنَ اللَّهِ ط
اپنے رب کا	اس سے پہلے کہ	آئے	ایک ایسا دن	لوٹانے کا کوئی بھی امکان نہیں ہے	جس کو	اللہ (کی طرف) سے

مَا لَكُمْ	مِّنْ مَّذْجًا	يَوْمَئِذٍ	وَمَا لَكُمْ	مِّن تَكْبِيرٍ ۝
تمہارے لیے نہیں ہوگی	کوئی بھی پناہ گاہ	اس دن	اور تمہارے لیے نہیں ہوگا	کوئی بھی عدم عرفان (مگرنا)

فَإِنْ أَعْرَضُوا	فَمَا أَرْسَلْنَاكَ	عَلَيْهِمْ	حَفِظْنَا ط	إِنْ عَلَيْكَ
پھر اگر وہ لوگ اعراض کریں	تو ہم نے نہیں بھیجا آپ کو	ان پر	بطور نگہبان	نہیں ہے آپ پر (ذمہ داری)

إِلَّا الْبَلْعُ ط	وَأِنَّا إِذَا	أَذَقْنَا	الْإِنْسَانَ	مِنَّا	رَحْمَةً
سوائے پہنچا دینے کے	اور بیشک جب کبھی	ہم چکھاتے ہیں	انسان کو	اپنے (پاس) سے	کوئی رحمت

فَرِحَ	بِهَاهُ	وَإِنْ تُصِبُّهُمْ	سَيِّئَةٌ	بِمَا
تو وہ خوش ہوتا ہے	اس سے	اور اگر آگ لگتی ہے ان کو	کوئی برائی	بسبب اس کے جو

قَدَّ مَتَّ	أَيَّدِيَهُمْ	فَإِنَّ الْإِنْسَانَ	كَفُورٌ ۝
آگے بھیجا	ان کے ہاتھوں نے	تو یقیناً انسان	انتہائی ناشکر ہے

آیت - 48 - میں انسان سے مراد وہ چھپوڑے اور کم ظرف لوگ ہیں جنہیں دنیا کا کچھ رزق مل گیا تو اس پر پھولے نہیں سماتے اور سمجھا کر راہ راست پر لانے کی کوشش کی جاتی ہے تو سن کر نہیں دیتے۔ لیکن اگر کسی وقت اپنے ہی کرتوتوں کی بدولت ان کی شامت آجاتی ہے تو قسمت کو رونا شروع کر دیتے ہیں اور ان ساری نعمتوں کو بھول جاتے ہیں جو اللہ نے انہیں دی ہیں اور کبھی یہ سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے کہ جس حالت میں وہ مبتلا ہوئے ہیں اس میں ان کا اپنا کیا قصور ہے۔ اس طرح نہ خوشحالی ان کی اصلاح میں مددگار ہوتی ہے اور نہ بدحالی ہی انہیں سبق دے کر راہ راست پر لاسکتی ہے۔ (تفہیم القرآن)۔

نوٹ: 1

آیت نمبر (49 تا 53)

ترجمہ

لِلَّهِ	مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ط	يَخْلُقُ	مَا يَشَاءُ ط
اللہ ہی کے لیے ہے	زمین اور آسمانوں کی بادشاہت	وہ پیدا کرتا ہے	جو وہ چاہتا ہے

يَهَبُ	لِمَنْ يَشَاءُ	إِنَّا نَا	وَيَهَبُ	لِمَنْ يَشَاءُ
وہ عطا کرتا ہے	اس کو جس کے لیے وہ چاہتا ہے	مؤنث (بیٹیاں)	اور وہ عطا کرتا ہے	اس کو جس کے لیے وہ چاہتا ہے
الدُّكُورُ ۱۰۰	أَوْ يُزَوِّجَهُمْ	ذُكْرًا وَإِنَّا نَشَاءُ	وَيَجْعَلُ	مَنْ يَشَاءُ
مذکر (بیٹے)	یا وہ ملا کر دیتا ہے ان کو	مذکر اور مؤنث (بیٹے اور بیٹیاں)	اور وہ بناتا ہے	اس کو جس کو وہ چاہتا ہے
إِنَّكَ عَلِيمٌ	قَدِيرٌ ۱۰۱	وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ	أَنْ يُكَلِّمَهُ	اللَّهُ
پیشک وہ جاننے والا ہے	قدرت والا ہے	اور (ممکن) نہیں ہے کسی بشر کے لیے	کہ کلام کرے اس سے	اللہ
إِلَّا وَحِيًّا	أَوْ مِنْ وَرَائِهِ حِجَابٍ	أَوْ يُرْسِلَ	رَسُولًا	
مگر وحی ہوتے ہوئے	یا پردے کے پیچھے سے	یا (یہ کہ) وہ بھیجے	کوئی پیغامبر (فرشتہ)	
فَيُوحِي	بِأُذُنِهِ	مَا يَشَاءُ ۱۰۲	وَكذَلِكَ	
نتیجتاً وہ وحی کرے	اس کی اجازت سے	وہ، جو وہ چاہتا ہے	اور اس طرح	
أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ	رُوحًا	مِنْ أَمْرِنَا	مَا أَنْكَبُ	
ہم نے وحی کی آپ کی طرف	ایک جانفز چیز (قرآن)	اپنے حکم سے	کیا ہے کتاب	
وَلَا الْإِيمَانُ	وَلَكِنْ جَعَلْنَاهُ	نُورًا	تَهْدِي بِهِ	مَنْ نَشَاءُ
اور نہ (کیا ہے) ایمان	اور لیکن ہم نے بنایا اس (قرآن) کو	ایک ایسا نور	ہم ہدایت دیتے ہیں جس سے	اس کو جس کو ہم چاہتے ہیں
مِنْ عِبَادِنَا	وَإِنَّكَ	لَتَهْدِي	إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۱۰۳	صِرَاطِ اللَّهِ الَّذِي
اپنے بندوں میں سے	اور پیشک آپ	یقیناً رہنمائی کرتے ہیں	ایک سیدھے راستے کی طرف	اس اللہ کے راستے کی طرف
لَهُ	مَا فِي السَّمَوَاتِ	وَمَا فِي الْأَرْضِ ۱۰۴	إِلَى اللَّهِ	تَصِيرُ
جس کا ہی ہے	وہ جو آسمانوں میں ہے	اور وہ جو زمین میں ہے	سن لو!	اللہ ہی کی طرف

نوٹ: 1

آیت - 52 - میں وَ كَذَلِكَ أَوْحَيْنَا سے مراد محض آخری طریقہ نہیں ہے بلکہ وہ تینوں طریقے ہیں جو اوپر کی آیت میں مذکور ہوئے ہیں۔ یہ بات قرآن اور حدیث دونوں سے ثابت ہے کہ نبی ﷺ کو ان تینوں طریقوں سے ہدایات دی گئی ہیں۔ چنانچہ احادیث میں آپ کے بہت سے خوابوں کا ذکر ملتا ہے جن میں آپ کو کوئی تعلیم دی گئی یا کسی بات پر مطلع کیا گیا اور قرآن مجید میں بھی آپ کے ایک خواب کا صراحت کے ساتھ ذکر آیا ہے۔ (48/ الفتح: 27)۔ اس کے علاوہ متعدد احادیث میں یہ ذکر بھی آیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ فلاں بات میرے دل میں ڈالی گئی ہے، یا مجھے یہ بتایا گیا ہے، یا مجھے یہ حکم دیا گیا ہے، یا مجھے اس سے منع کیا گیا ہے۔ ایسی تمام چیزیں وحی کی پہلی قسم سے تعلق رکھتی ہیں اور احادیث قدسیہ بھی زیادہ تر اسی قبیل سے ہیں۔

معراج کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کو وحی کی دوسری قسم سے بھی مشرف فرمایا گیا۔ متعدد احادیث میں آپ کو نماز کا حکم دیئے جانے اور آپ کا اس پر بار بار عرض معروض کرنے کا ذکر جس طرح آیا ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت اللہ اور بندے (صلی اللہ علیہ وسلم) کے درمیان ویسا ہی مکالمہ ہوا تھا جیسا دامن طور میں حضرت موسیٰ اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہوا۔ رہی تیسری قسم تو اس سے متعلق خود قرآن شہادت دیتا ہے کہ اسے جبریل امین کے ذریعہ سے رسول اللہ ﷺ تک پہنچایا گیا۔ (تفہیم القرآن)۔



نوٹ: 2

جہاں تک کتاب کا تعلق ہے اس سے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نا آشنا تھے اس لیے کہ آپ امی تھے۔ لیکن ایمان سے آشنائی کی جگہ رکھی گئی ہے یہ اس کی تفصیلات کے اعتبار سے ہے، یعنی آپ ایمان کے تمام لوازم و مقتضیات سے نا آشنا تھے، ورنہ انبیاء علیہم السلام توحی سے پہلے بھی اپنی فطرتِ سلیم کی روشنی سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔ اس وجہ سے اجمالی ایمان ان کے اندر موجود ہوتا ہے جو جی کی روشنی سے جگمگا کر آفتاب کی طرح ایک عالم کو منور کر دیتا ہے۔ فطرت کی روشنی اور وحی کی روشنی میں نسبت چونکہ ذرہ اور آفتاب کی ہے اس وجہ سے اس کے مقابل میں اس کی نفی کی گئی ہے لیکن ہے وہ اسی آفتابِ تاباں کا ایک ذرہ۔ (تدبر قرآن)۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سورة الزخرف (43)

آیت نمبر (1 تا 8)

ترجمہ

حَمَّ ۝۱	وَالْكِتَابِ الْمُبِينِ ۝۲	إِنَّا جَعَلْنَاهُ	قُرْءَانًا عَرَبِيًّا
-	قسم ہے اس واضح کر دینے والی کتاب کی	بیشک ہم نے بنایا اس (کتابِ مبین) کو	عربی قرآن
لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۝۳	وَإِنَّهُ	فِي أُمِّ الْكِتَابِ	لَعَلَّ ۝۴
شاید کہ تم لوگ عقل سے کام لو	اور بیشک وہ (قرآن)	کتاب کی ماں (ماسٹر کاپی) میں ہے	یقیناً (وہ قرآن) بلند رتبہ ہے
حَكِيمٌ ۝۵	أَفَنَضْرِبُ	عَنْهُمْ	الدَّاكِرَ
پُر حکمت ہے	تو کیا ہم روک لیں گے	تم لوگوں سے	اس نصیحت کو
قَوْمًا مُّسْرِفِينَ ۝۶	وَكَمْ أَرْسَلْنَا مِنْ نَبِيِّ	فِي الْأَوَّلِينَ ۝۷	
ایک حد سے تجاوز کرنے والی قوم ہو	اور ہم نے بھیجے کتنے ہی نبی	پہلو میں	
وَمَا يَأْتِيهِمْ	مِّنْ نَّبِيٍّ	إِلَّا	كَأَنَّهُمْ يَسْتَهْزِءُونَ ۝۸
اور نہیں پہنچا ان کے پاس	کوئی بھی نبی	سوائے اس کے کہ	وہ لوگ اس کا مذاق اڑاتے تھے
فَاهْلَكْنَا	أَشَدَّ مِنْهُمْ	بَطْشًا	وَمَضَىٰ مَثَلُ الْأَوَّلِينَ ۝۹
تو ہم نے ہلاک کیا	ان میں سے زیادہ سخت کو	بلحاظ گرفت کرنے کے	اور گزر چکی اگلے لوگوں کی مثال

نوٹ: 1

اُمِّ الْكِتَابِ سے مراد وہ اصل کتاب ہے جس سے تمام انبیاء علیہم السلام پر نازل ہونے والی کتابیں ماخوذ ہیں۔ اسی کو سورہ واقعہ میں کتابِ مکنون (پوشیدہ اور محفوظ کتاب) کہا گیا ہے اور سورہ بروج میں اس کے لیے لوحِ محفوظ کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں یعنی ایسی لوح جس کا لکھا مٹ نہیں سکتا اور جو ہر قسم کی دراندازی سے محفوظ ہے۔ (تفہیم القرآن)۔

یہاں قرآن کو عَلِيٌّ حَكِيمٌ کہا گیا ہے۔ پچھلی سورہ میں یہی صفت آیت۔ 51۔ میں اللہ تعالیٰ کے لیے آئی ہے اور وحی و قرآن کے بیان ہی کے سلسلہ میں آئی ہے۔ ظاہر ہے کہ ہر کلام اپنے صاحب کلام کی صفات کا آئینہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ چونکہ عَلِيٌّ حَكِيمٌ ہے اس وجہ سے اس کا کلام بھی عَلِيٌّ حَكِيمٌ ہے۔ (تدبر قرآن)۔

آیت نمبر (9 تا 17)

ترجمہ

وَلَيْنَ سَأَلْتَهُمْ	فَمَنْ خَلَقَ	السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ	لَيَقُولَنَّ
اور اگر آپ پوچھیں ان سے	کس نے پیدا کیا	آسمانوں اور زمین کو	تو وہ سب لازماً کہیں گے
خَلَقَهُنَّ	الْعَزِيزُ الْعَلِيمُ ۝۹	جَعَلَ	الَّذِي
پیدا کیا ان سب کو	اس بالا دست بانجرنے	بنایا	جس نے
وَجَعَلَ لَكُمْ فِيهَا	سُبُلًا	لَعَلَّكُمْ	وَالَّذِي نَزَّلَ مِنَ السَّمَاءِ
اور اس نے بنائے تمہارے لیے اس (زمین) میں	کچھ راستے	شاید کہ تم لوگ	اور جس نے اتارا آسمان سے
مَاءً يُقَدَّرُ ۝۱۰	فَأَنْشُرْنَا بِهِ	بَدَأَ مِثْيَابًا	كَذَلِكَ تُخْرَجُونَ ۝۱۱
کچھ پانی ایک اندازے سے	پھر ہم نے زندہ کیا اس سے	ایک مردہ بستی کو	اسی طرح تم لوگ نکالے جاؤ گے
وَالَّذِي خَلَقَ الْأَزْوَاجَ	كُلَّهَا	وَجَعَلَ لَكُمْ	وَالْأَنْعَامَ
اور جس نے بنائے جوڑے	ان کے سب کے	اور اس نے بنایا تمہارے لیے	اور چوپایوں میں سے
مَا	تَذْكُرُونَ ۝۱۲	لِتَسْتَوُوا	عَلَى ظُهُورِهِ
اس کو جس پر	تم لوگ سوار ہوتے ہو	تا کہ تم لوگ جم کر بیٹھو	ان کی پیٹھوں پر
نِعْمَةً رَبِّكُمْ	إِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ	وَتَقُولُوا	سُبْحَانَ الَّذِي
اپنے رب کی نعمت کو	جب تم لوگ بیٹھ جاؤ ان پر	اور تا کہ تم لوگ کہو	پاکیزگی اس کی ہے جس نے
وَمَا كُنَّا لَهُ	مُفْرِدِينَ ۝۱۳	وَإِنَّا إِلَىٰ رَبِّنَا	لَمُنْقَلِبُونَ ۝۱۴
اور ہم نہیں تھے اس کو	باندھنے والے (قابو پانے والے)	اور بیشک ہم اپنے رب کی طرف ہی	یقیناً پلٹنے والے ہیں
لَهُ	مِنْ عِبَادِهِ	جُزْءًا ۝۱۵	لِكُفُورٍ مُّبِينٍ ۝۱۶
اس کے لیے	اس کے بندوں میں سے	ایک ٹکڑا (ایک اولاد)	بیشک انسان
أَمْ اتَّخَذَ	مِمَّا يَخْلُقُ	بَنَاتٍ	وَأَصْفَانَا ۝۱۷
یا اس نے بنایا (اپنے لیے)	اس میں سے جو وہ پیدا کرتا ہے	کچھ بیٹیاں	اور اس نے چن لیا تم کو
وَإِذَا بُشِّرَ	أَحَدُهُمْ	بِمَا صَرَبَ	لِلرَّحْمَنِ
اور جب بشارت دی جاتی ہے	ان کے کسی ایک کو	اس کی جو اس نے بیان کیا	رحمان کے لیے

مَثَلًا	ظَلَّ	وَجْهًا	مُسَوِّدًا	وَهُوَ كَظِيمٌ ⑩
بطور مثال کے	تو ہو جاتا ہے	اس کا چہرہ	سیاہ پڑنے والا	اس حال میں کہ وہ عم زدہ ہے

نوٹ: 1

آیت - 14 - میں جوڑوں سے مراد صرف نوع انسانی کے زن و مرد اور حیوانات و نباتات کے زرمادہ ہی نہیں ہیں بلکہ دوسری بیشمار چیزیں بھی ہیں جن کو خالق نے ایک دوسرے کا جوڑ بنایا ہے اور جن کے اختلاط یا امتزاج سے دنیا میں نئی نئی چیزیں وجود میں آتی ہیں۔ مثلاً بجلی میں منفی اور مثبت بجلیاں ایک دوسرے کا جوڑ ہیں اور ان کی باہمی کشش ہی دنیا میں عجیب عجیب کرشموں کا موجب بن رہی ہے۔ یہ اور دوسرے اُن گنت جوڑے جو قسم قسم کی مخلوقات کے اندر اللہ تعالیٰ نے پیدا کیے ہیں، ان کی ساخت اور ان کی باہمی مناسبتوں اور ان کے تعامل کی گونا گوں شکلوں اور ان کے ملنے سے پیدا ہونے والے نتائج پر اگر انسان غور کرے تو اس کا دل یہ گواہی دینے بغیر نہیں رہ سکتا کہ یہ سارا کارخانہ عالم کسی ایک زبردست صانع حکیم کا بنایا ہوا ہے اور اسی کی تدبیر سے چل رہا ہے۔ (تفہیم القرآن)۔

نوٹ: 2

انسان کی سواریاں دو قسم کی ہیں۔ ایک وہ جنہیں انسان اپنی صنعت و حرفت سے بناتا ہے اور دوسرے وہ حیوانات جن کی تخلیق میں انسانی صنعت کا کوئی دخل نہیں۔ کشتیوں سے سواریوں کی پہلی قسم مراد ہے اور چوپایوں سے دوسری اسم۔ مقصد یہ ہے کہ انسانی استعمال کی تمام سواریاں، خواہ ان کی تیاری میں انسانی صنعت کو دخل ہو یا نہ ہو، اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہیں۔ چوپایوں کا نعمت ہونا تو بالکل ظاہر ہے۔ اسی طرح وہ سواریاں بھی اللہ کی بڑی نعمت ہیں جن کی تیاری میں انسانی صنعت کو دخل ہے۔ ہوائی جہاز سے لے کر معمولی سائیکل تک اگرچہ انسان نے خود بنائی ہیں لیکن ان کی صنعت کے طریقے سمجھانے والا اللہ تعالیٰ کے سوا کون ہے؟ وہ قادر مطلق ہی تو ہے جس نے انسانی دماغ کو وہ صلاحیت عطا کی ہے جو لوہے کو موم بنا کر رکھ دیتی ہے۔ اس کے علاوہ ان کی صنعت میں جو خام مواد پیدا ہوتا ہے، وہ اور اس کے خواص و آثار تو براہ راست اللہ تعالیٰ کی ہی تخلیق ہیں۔

ایک کافر اور مؤمن میں درحقیقت یہی فرق ہے کہ کائنات کی نعمتوں کو دونوں استعمال کرتے ہیں لیکن کافر انہیں غفلت سے استعمال کرتا ہے اور مؤمن اللہ کے انعامات کو مستحضر کر کے اپنا سر نیاز اس کے حضور جھکا دیتا ہے۔ اسی مقصد سے قرآن وحدیث میں مختلف کاموں کی انجام دہی کے وقت دعائیں تلقین کی گئی ہیں اور اگر انسان اپنی روزمرہ زندگی میں اٹھتے بیٹھے، چلتے پھرتے ان دعاؤں کو اپنا معمول بنا لے تو اس کا ہر مباح کام بھی عبادت بن جاتا ہے۔ یہ دعائیں ”حصن حصین“ اور ”مناجات مقبول“ میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

یہاں سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا سَعَةً لِمَنْ نَقْلِبُونَ تک سواری پر بیٹھ کر پڑھنے کی دعا ہے۔ چنانچہ متعدد روایات میں منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ سواری پر بیٹھے وقت یہ کلمات پڑھا کرتے تھے۔ (معارف القرآن)۔

آیت نمبر (18 تا 25)

أَوْ مَن	يُنشئوا	فِي الْحَبِيبَةِ	وَهُوَ فِي الْخِصَامِ	عَبِيدٌ مُّبِينٌ ⑩
اور کیا وہ (اولاد) جس کی	پرورش کی جاتی ہے	زیور میں	اور وہ حجت بازی میں	وضاحت کے بغیر ہے
وَجَعَلُوا	الْمَلَائِكَةَ الَّذِينَ	هُمُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ	إِنَّا كُنَّا	أَشْهَدُوا
اور انہوں نے بنایا	ان فرشتوں کو جو کہ	رحمان کے بندے ہی ہیں	مؤنث	کیا وہ موقع پر موجود تھے
خَلَقَهُمْ ط	سَتَكْتَبُ	شَهَادَتَهُمْ	وَيُسْعَلُونَ ⑩	وَقَالُوا
ان کے پیدا کیے جانے کے	لکھی جائے گی	ان کی گواہی	اور ان سے پوچھ گچھ کی جائے گی	اور انہوں نے کہا

لَوْ شَاءَ الرَّحْمَنُ	مَا عَبَدُ لَهُمْ ط	مَا لَهُمْ	بِذَلِكَ	مِنْ عِلْمٍ ق	إِنْ هُمْ إِلَّا
اگر چاہتا رحمان	تو ہم بندگی نہ کرتے ان کی	نہیں ہے ان کے لیے	اس کے بارے میں	کوئی بھی علم	نہیں ہیں وہ مگر
يَخْرُصُونَ ط	أَمْ أُنْتِنَهُمْ	كِتَابًا	مِّن قَبْلِهِ	فَهُمْ بِهِ	
انکل لگاتے ہیں	یا ہم نے دی ان کو	کوئی کتاب	اس (قرآن) سے پہلے	تو وہ اس سے	
مُسْتَمْسِكُونَ ۝	بَلْ قَالُوا	إِنَّا وَجَدْنَا	أَبَاءَنَا عَلَىٰ أُمَّةٍ		
چمکنے والے ہیں	بلکہ انہوں نے کہا	بیشک ہم نے پایا	اپنے آباء و اجداد کو ایک دین پر		
وَإِنَّا عَلَىٰ آثِرِهِمْ	مُهْتَدُونَ ۝	وَكَذَلِكَ مَا أَرْسَلْنَا	مِن قَبْلِكَ فِي قَرْيَةٍ		
اور بیشک ہم ان کے نقوشِ قدم پر ہی	ہدایت پانے والے ہیں	اور اسی طرح ہم نے نہیں بھیجا	آپ سے پہلے کسی بستی میں		
مِّن نَّذِيرٍ	إِلَّا	قَالَ مُتَرَفُوهَا	إِنَّا وَجَدْنَا	أَبَاءَنَا عَلَىٰ أُمَّةٍ	
کوئی بھی خبر دار کرنے والا	مگر یہ کہ	کہا اس کے خوشحال لوگوں نے	بیشک ہم نے پایا	اپنے آباء و اجداد کو ایک دین پر	
وَإِنَّا عَلَىٰ آثِرِهِمْ	مُهْتَدُونَ ۝	قُلْ	أَوْ لَوْ	جَعَلْتُمْ	
اور بیشک ہم ان کے نقوشِ قدم کی ہی	پیروی کرنے والے ہیں	کہا (منذرنے)	تو کیا اگر	میں لاؤں تمہارے پاس	
بِأَهْدَىٰ مِمَّا	وَجَدْتُمْ عَلَيْهِ	أَبَاءَكُمْ ط	قَالُوا إِنَّا بِنَاءِ	أُرْسِلْتُمْ بِهِ	
اس سے زیادہ ہدایت والی	تم لوگ پاتے ہو جس پر	اپنے آباء و اجداد کو	ان لوگوں نے کہا بیشک ہم اس کا	تم لوگ بھیجے گئے جس کے ساتھ	
كُفِرُونَ ۝	فَأَنْتَقِبْنَا	مِنْهُمْ	فَانظُرْ	كَيْفَ كَانَ	عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ ۝
انکار کرنے والے ہیں	تو ہم نے انتقام لیا	ان سے	تو آپ دیکھیں	کیسا تھا	جھٹلانے والوں کا انجام

آیت - 18 - میں اس احساس کی تعبیر ہے جو لڑکی کی ولادت کی خبر سن کر اہل عرب کے دل میں پیدا ہوتا۔ وہ اس سوچ میں پڑ جاتے کہ کیا وہ وجود میں آئی ہے جو یوروں میں پلتی ہے (یعنی شمشیر زنی نہیں کرتی) اور مفاخرت کے مقابلوں میں بے زبان ہے اور عرب جاہلیت میں ان دونوں ہی چیزوں کے ریسا تھے۔ ان کے ہاں آئے دن جنگیں بھی برپا ہوتیں اور مفاخرت کے مقابلے بھی ہوتے رہتے تھے۔ ظاہر ہے کہ عورت ان دونوں ہی میدانوں میں فروتر تھی۔ اس وجہ سے اہل عرب کی نگاہوں میں اس کی کچھ زیادہ اہمیت نہ تھی۔ اور یہ بات کچھ اہل عرب کے ساتھ ہی مخصوص نہیں ہے۔ اس زمانے میں بھی عورت کو جو اہمیت حاصل ہوئی ہے وہ نمائش کی مجالس ہی میں ہوئی ہے۔ مبارزت اور مفاخرت کے اعتبار سے تو آج بھی وہ وہیں ہے جہاں عرب جاہلیت کے دور میں تھی۔ یہ امر یہاں اچھی طرح ملحوظ رہے کہ عورت پر یہ تبرہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہے بلکہ ان اہل عرب کی طرف سے ہے جو فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں قرار دیتے تھے۔ (تدبر قرآن)

مطلب یہ ہے کہ عورتوں کی اکثریت ایسی ہے کہ وہ مافی الضمیر کو قوت اور وضاحت کے ساتھ بیان کرنے پر مردوں کے برابر قادر نہیں ہوتی۔ لیکن یہ حکم اکثریت کے اعتبار سے ہے۔ لہذا اگر کچھ عورتیں سلیقہ گفتار کی مالک ہوں اور اس معاملہ میں مردوں سے بھی بڑھ جائیں تو اس آیت کے منافی نہیں کیونکہ حکم اکثریت پر لگتا ہے۔ (معارف القرآن)۔

مشرکین یہ دلیل پیش کرتے ہیں تھے کہ ہمارا فرشتوں کو پوجنا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ خدا کو ان کی عبادت کرنا پسند ہے۔ اگر یہ چیز اس کو پسند نہ ہوتی تو اس کی قدرت میں تو سب کچھ ہے۔ وہ اس کو روک دیتا اور ہم ان کی عبادت نہ کر پاتے۔ جواب میں فرمایا کہ اس بارے میں ان کو کوئی

نوٹ: 1

نوٹ: 2

علم نہیں ہے یہ محض اٹکل پتھو باتیں کرتے ہیں۔ خدا کی پسند یا ناپسند کو جاننے کا یہ ذریعہ نہیں ہے کہ کسی شخص یا گروہ کو کسی برائی کو کرنے کی ڈھیل ملی ہوئی ہے۔ اگر یہ کوئی دلیل ہے تو یہ دلیل ہر چور اور ہر بدمعاش اپنی چوری اور بدمعاشی کے جواز میں پیش کر سکتا ہے۔ خدا کی پسند اور ناپسند کے جاننے کا باوثوق ذریعہ اس کی کتابیں اور اس کے نبیوں کی تعلیمات ہیں۔ تو کیا اس قرآن سے پہلے ہم نے ان کو کوئی کتاب دی ہے جس کو وہ سند میں پیش کر سکتے ہوں۔ اگر ایسا نہیں ہے اور ظاہر ہے کہ نہیں ہے تو آخر وہ کس سند پر یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ جو کچھ کر رہے ہیں اس کو خدا کی تائید حاصل ہے۔ (تدبر قرآن)۔

آیت نمبر (26 تا 35)

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ	لَا اِيْبَهُ وَ قَوْمَهُ	اِنِّيْ بَرّاءٌ	مِمَّا
اور جب کہا ابراہیم نے	اپنے والد سے اور اپنی قوم سے	یقیناً میں بیزار ہوں	اس سے جس کی

تَعْبُدُوْنَ ﴿٢٦﴾	اِلَّا الَّذِي	فَطَرَنِيْ	فَاِنَّهُ	سَيَهْدِيْنِيْ ﴿٢٧﴾	وَجَعَلَهَا
تم لوگ بندگی کرتے ہو	سوائے اس کے جس نے	وجود بخشا مجھ کو	تو یقیناً وہ	ہدایت دے گا مجھ کو	اور انہوں نے بنایا اس (اعلان برأت) کو

كَلِمَةً بّٰقِيَةً	فِيْ عَقِيْبِهِ	لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿٢٨﴾	بَلْ مَتَّعْتُ
ایک باقی رہنے والی بات (روایت)	اپنے پچھلوں (اولاد) میں	شاید (تاکہ) وہ لوگ لوٹیں	بلکہ میں نے فائدہ اٹھانے دیا

هُوَ اِلٰهٌ وَّ اٰبَاءُهُمْ	حَتّٰى جَاءَهُمْ	الْحَقُّ	وَرَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ﴿٢٩﴾
ان لوگوں کو اور ان کے آباء و اجداد کو	یہاں تک کہ آیا ان کے پاس	یہ حق (قرآن)	اور ایک واضح کرنے والا رسول

وَاَلَمْ نَجْعَلْ لَهُمْ	الْحَقُّ	قَالُوْا	هٰذَا سِحْرٌ	وَ اِنَّا بِهٖ	كٰفِرُوْنَ ﴿٣٠﴾
اور جب آیا ان کے پاس	یہ حق	تو انہوں نے کہا	یہ جادو ہے	اور بیشک ہم اس کا	انکار کرنے والے ہیں

وَقَالُوْا	لَوْ لَا	نُزِّلَ	هٰذَا الْقُرْاٰنُ	عَلٰى رَجُلٍ	مِّنَ الْقَرْيٰتِيْنَ
اور انہوں نے کہا	کیوں نہیں	اتارا جاتا	اس قرآن کو	کسی ایسے مرد پر جو	ان دو بستیوں میں سے

عَظِيْمٍ ﴿٣١﴾	اَهُمْ يَفْسُوْنَ	رَحْمَتِ رَبِّكَ ط	نَحْنُ قَسَبْنَا بَيْنَهُمْ
عظیم ہے	کیا یہ لوگ تقسیم کرتے ہیں	آپ کے رب کی رحمت کو	ہم نے ہی تقسیم کیا ان کے مابین

مَعِيْشَتَهُمْ	فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا	وَرَفَعْنَا	بَعْضَهُمْ	فَوْقَ بَعْضٍ	دَرَجٰتٍ
ان کی روزی کو	اس دنیوی زندگی میں	اور ہم نے بلند کیا	ان کے کسی کو	کسی کے اوپر	بلحاظ درجات کے

لِيَبْنِيْنَ	بَعْضَهُمْ	بَعْضًا	سُخْرِيًّا ط	وَرَحْمَتِ رَبِّكَ ط	خَيْرٌ
تاکہ بنائے	ان کا کوئی	کسی کو	کام آنے والا	اور آپ کے رب کی رحمت کو	زیادہ بھلی ہے

يَجْعَلُوْنَ ﴿٣٢﴾	وَ كُوْلًا	اَنْ يُّكُوْنَ	النَّاسِ	اُمَّةً وَّ اَحَدًا ط	لَجَعَلْنَا
یہ لوگ جمع کرتے ہیں	اور اگر نہ ہوتا	کہ ہو جائیں گے	لوگ	ایک (ہی) امت	تو ہم ضرور بناتے

لَمَنْ يَكْفُرْ	بِالَّذِينَ	لِيُبَيِّنَهُمْ	سُقْفًا	فَضَّةٍ
اس کے لیے جو انکار کرتا ہے	رحمان کا	ان کے گھروں کے لیے	چھتوں کو	چاندی سے

وَمَعَارِجَ	عَلَيْهَا يُظْهِرُونَ ۞	وَلِيُبَيِّنَهُمْ	أَبْوَابًا وَسُرًّا
اور سیڑھیوں کو (بھی)	جس پر وہ لوگ چڑھتے ہیں	اور ان کے گھروں کے لیے	دروازوں اور تختوں کو (بھی)

عَلَيْهَا يَتَكُونُونَ ۞	وَزُخْرُقًا	وَأَنْ كُلُّ ذَلِكَ	لَبَنًا
جس پر یہ لوگ ٹیک لگا کر بیٹھتے ہیں	اور سونے کا (بھی کر دیتے)	اور نہیں یہ سب کچھ	مگر

مَتَاعَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا	وَالْآخِرَةِ	عِنْدَ رَبِّكَ	لِيَلْمِ الْمُتَّقِينَ ۞
اس دنیوی زندگی کا سامان	اور آخرت	آپ کے رب کے پاس	تقویٰ اختیار کرنے والوں کے لیے

نوٹ: 1

گزشتہ آیات میں باری تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا تھا کہ مشرکین عرب کے پاس اپنے شرک پر سوائے اپنے باپ دادوں کی رسوم کے کوئی دلیل نہیں ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ واضح عقلی اور نقلی دلیلوں کی موجودگی میں محض باپ دادوں کی تقلید پر اصرار کرنا حق و انصاف سے کس قدر بعید ہے۔ اب ان آیات (26 تا 28) میں اس طرف اشارہ فرمایا گیا ہے کہ اگر اپنے آباء و اجداد ہی کے راستے پر چلنا چاہتے ہو تو حضرت ابراہیمؑ کے راستے پر کیوں نہیں چلتے، جن کے ساتھ نبی و ابستگی کو تم خود اپنے لیے سرمایہ فخر سمجھتے ہو۔ وہ نہ صرف توحید کے قائل تھے بلکہ ان کا طرز عمل یہ بتاتا ہے کہ کھلے ہوئے عقلی اور نقلی دلائل کی موجودگی میں محض باپ دادوں کی تقلید کرنا جائز نہیں ہے۔ ان کی ساری قوم اپنے آباء و اجداد کی اتباع میں شرک میں مبتلا تھی، لیکن انہوں نے اپنے آباء و اجداد کی اندھی تقلید کے بجائے اپنی قوم سے بیزاری کا اظہار کیا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ محض اپنے عقیدے اور عمل کا درست کر لینا کافی نہیں ہے، بلکہ غلط عقائد و اعمال سے اپنی برأت کا اظہار بھی ضروری ہے۔ (معارف القرآن)۔

نوٹ: 2

آیت - 32 - کے حوالہ سے یہ امر واضح رہے کہ یہ دنیا اللہ تعالیٰ نے آزمائش کے لیے بنائی ہے۔ اس وجہ سے اس کا نظام اس نے اس طرح کا رکھا ہے کہ اس میں ہر شخص دوسروں کا محتاج بھی ہے اور محتاج الیہ بھی۔ یہاں کوئی شخص بھی دوسروں سے مستغنی نہیں اور کوئی شخص بھی ایسا نہیں کہ معاشرہ میں کسی نہ کسی پہلو سے اس کو افادیت نہ ہو۔ خالق کائنات نے ہر شخص کو ایک ہی درجے کی صلاحیت، ایک ہی طرح کا ذوق اور ایک ہی حیثیت کے وسائل و ذرائع کے ساتھ نہیں پیدا کیا بلکہ ان اعتبارات سے لوگوں کے درمیان تفاوت رکھا ہے۔ یہ تفاوت معاشرہ کی تشکیل اس طرح کرتا ہے کہ اس میں ایک طرف عالم، مصنف، محقق اور حکمران بھی پیدا ہوتے ہیں، دوسری طرف مزدور، حاضر خدمت رہنے والے خادم، گلیاں اور نالیاں صاف کرنے والے خا کروں بھی اس میں پیدا ہوتے ہیں۔ یہ سارے طبقات معاشرہ کی تشکیل کے لیے ناگزیر ہیں۔ ان سب کی خدمت کی نوعیت الگ ہے مگر ان میں سے کوئی عنصر بھی نہ حقیر ہے اور نہ ان میں سے کسی کو نظر انداز کیا جاسکتا ہے۔

دنیا کو درجات و مراتب کے اس فرق کے ساتھ پیدا کر کے اللہ تعالیٰ امتحان کر رہا ہے کہ جو لوگ اعلیٰ صلاحیتوں اور بہتر وسائل کے امین بنائے گئے ہیں وہ ان کو پا کر غرور، خود سری اور اللہ کی نافرمانی میں مبتلا ہو جاتے ہیں یا اس کے شکر گزار و فرمانبردار اور اس کی خلق کے نمکسار ہوتے ہیں اسی طرح وہ ان لوگوں کو بھی دیکھ رہا ہے جو فروتر اور کمتر وسائل کے ساتھ پیدا ہوئے ہیں کہ وہ اپنے اپنے دائرہ کار

میں اپنے فرائض کو پہچاننے اور اپنے خالق سے ڈرنے والے اور اپنی خودداری کی حفاظت کرنے والے ہوتے ہیں یا اپنے فرائض چھوڑ کر حاکموں اور افسروں کو نیچا دکھانا چاہتے ہیں۔ اگر پہلی صورت وجود میں آتی ہے تو اعلیٰ اور ادنیٰ کے صالح تعاون سے صالح معاشرہ اور صالح تمدن وجود میں آتا ہے اور اس کے تمام اجزاء بلا امتیاز، بلا امتیاز اعلیٰ اور ادنیٰ اس دنیا میں بھی عزت پاتے ہیں اور آخرت میں بھی ہر ایک اپنی اپنی حسن نیت کے مطابق صلہ پائے گا۔ اگر دوسری شکل ہوتی ہے تو معاشرہ کا نظام بتدریج مائل بہ فساد ہونا شروع ہوتا ہے اور بالآخر فنا ہو جاتا ہے اور آخرت میں بھی اس کے تمام چھوٹے بڑے عناصر اپنی اپنی غفلت کے مطابق عذاب کے مستحق ہوں گے۔

اس زمانے میں جو لوگ دنیا سے طبقات کے وجود کو ختم کرنا چاہتے ہیں وہ اس ارادے میں اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتے جب تک وہ لوگوں کو ذہنی، طبعی اور عملی صلاحیتوں کے اعتبار سے مساوی درجہ کا بنانے میں کامیاب نہ ہو جائیں اور یہ چیز محال ہے۔ اور اگر وہ اس محال کو ممکن بنانے میں کامیاب ہو گئے یعنی انہوں نے پوری قوم کو ذہنی و مادی قوتوں کے اعتبار سے ایک درجہ پر کر دیا تو اسی دن باہمی تعاون کی بنیاد ختم ہو جائے گی اور قوم میں انار کی پھیل جائے گی۔ جب ہر شخص لینن اور اسٹالن بننے کی صلاحیت اپنے اندر پیدا کر لے گا تو آخر وہ لینن یا ماؤ کا ڈرائیور یا ان کے جوتوں پر پالش کرنے والا خدمت گار کیوں بنے گا۔ پھر تو ہر شخص خداوند ہی بننے کی کوشش کرے گا اور اتنے خداؤں کی کشش میں دنیا کا جو حشر ہوگا اس کا اندازہ کون کر سکتا ہے۔ (تدبر قرآن)۔

آیت نمبر (36 تا 45)

وَمَنْ يَعْتَسِ	عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ	نُقِضَ لَهُ	شَيْطَانًا
اور جو جی چراتا ہے	رحمان کے ذکر سے	تو ہم تعینات کرتے ہیں اس کے لیے	ایک شیطان کو

فَهُوَ لَهُ	قَوِيْنٌ ۝	وَأَنَّهُمْ	لَيَصُدُّوهُمْ	عَنِ السَّبِيْلِ
پھر وہ اس کا ہی	ساتھی ہے	اور بیشک وہ سب (شیطان)	یقیناً روکتے ہیں ان سب (جی چرانے والوں) کو	اصل راہ سے

وَيَحْسَبُوْنَ	أَنَّهُمْ مُّهِتَدُوْنَ ۝	حَتَّىٰ إِذَا جَاءَنَا	قَالَ يَلَيْتَ
اور وہ (جی چرانے والے) لوگ گمان کرتے ہیں	کہ وہ ہدایت یافتہ ہیں	یہاں تک کہ جب وہ آئے گا ہمارے پاس	تو کہے گا اے کاش

بَيْنِي وَبَيْنَكَ	بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ	فَبَسَّ الْقَفِيْنِ ۝
میرے درمیان اور تیرے درمیان	دو مشرقوں (یعنی مشرق و مغرب) کی دوری ہوتی	تو کتنا برا ہے ساتھی

وَلَكِنْ يَنْفَعُكُمْ	الْيَوْمَ	إِذْ ظَلَمْتُمْ	أَنْتُمْ	فِي الْعَذَابِ	مُشْتَرِكُونَ ۝
اور ہرگز نفع نہیں دے گی تم کو	آج کے دن	جبکہ تم سب نے ظلم کیا	(یہ بات) کہ تم سب	عذاب میں	شریک ہونے والے ہو

أَفَأَنْتَ تُسْمِعُ	الصَّمَمَ	أَوْ تَهْدِي	الْعُمَىٰ	وَمَنْ كَانَ	فِي ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝
تو کیا آپ سنائیں گے	بہروں کو	یا آپ راہ سجھائیں گے	اندھوں کو	اور اس کو جو ہو	کھلی گمراہی میں

فَأَمَّا	نَدَّهَبَنَّ بِكَ	فَأِنَّا مِّنْهُمْ	مُنْتَقِمُونَ ۝	أَوْ نُزِيْرًا
پھر یا تو	ہم لے ہی جائیں آپ کو	پھر بیشک ہم ان سے	انتقام لینے والے ہیں	یا ہم دکھا ہی دیں آپ کو

الَّذِي	وَعَدُّهُمْ	فَأَنكَ عَلَيْهِمْ	مُقْتَدِرُونَ ﴿٣٧﴾	فَأَسْتَبْسِكُ
وہ جو	ہم نے وعدہ کیا ان سے	تو بیشک ہم ان پر	پوری طرح قابو یافتہ ہیں	تو آپ چمٹے رہیں
يَا أَيُّهَا	أَوْحَى إِلَيْكَ ۚ	إِنَّكَ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿٣٨﴾	وَإِنَّكَ	لَذِكْرٌ
اس سے جو	وحی کا یگیا آپ کی طرف	یقیناً آپ ایک سیدھی راہ پر ہیں	اور بیشک یہ (قرآن)	یقیناً ایک یاد دہانی ہے
لَكَ وَلِقَوْمِكَ ۚ	وَسَوْفَ	تَسْأَلُونَ ﴿٣٩﴾	وَسَلُّ	مَنْ أَرْسَلْنَا
آپ کے لیے اور آپ کی قوم کے لیے	اور عنقریب	تم سب سے پوچھ گچھ کی جائے گی	اور آپ پوچھ لیں	ان سے جن کو ہم نے بھیجا
مِنْ قَبْلِكَ	مِنْ رُسُلِنَا	أَجْعَلْنَا	مِنْ دُونِ الرَّحْمٰنِ	يُعْبَدُونَ ﴿٤٠﴾
آپ سے پہلے	ہمارے رسولوں میں سے	کیا ہم نے (کبھی) بنایا	رحمان کے علاوہ	کچھ ایسے الہ جن کی بندگی کی جائے

عربی میں کبھی کبھی دو متعلقہ چیزوں میں سے کسی ایک کا تثنیہ بول کے دونوں چیزیں مراد لیتے ہیں۔ جیسے قَدْرَانِ کا مطلب ہے چاند اور سورج۔ بَصْرَانِ کا مطلب ہے بصرہ اور کوفہ۔ اسی طرح مشرق قَانِ کا مطلب ہے مشرق اور مغرب۔ آیت۔ 38۔ کے ترجمہ میں اسی کو ظاہر کیا گیا ہے۔

نوٹ: 1

آیت۔ 36۔ 37۔ کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص اللہ کی نصیحت یعنی قرآن اور وحی سے جان بوجھ کر اعراض کرے تو ہم اس پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں جو دنیا میں اس کے ساتھ لگا رہتا ہے اور اسے نیکیوں سے روک کر برائیوں پر ابھارتا رہتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کی یاد سے اعراض کی اتنی سزا دنیا ہی میں مل جاتی ہے کہ انسان کی صحبت خراب ہو جاتی ہے اور شیطانیں، خواہ انسانوں میں سے ہوں یا جنات میں سے، اس کو بھلائیوں سے دور اور برائیوں سے قریب کرتے رہتے ہیں۔ وہ کام سارے گمراہی کے کرتا ہے مگر سمجھتا یہ ہے کہ بہت اچھا کر رہا ہے۔ (معارف القرآن)۔

نوٹ: 2

آیت نمبر (46 تا 56)

ترجمہ

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ	بِأَيَّتِنَا	إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ
اور یقیناً ہم بھیج چکے موسیٰ کو	اپنی نشانوں کے ساتھ	فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف
فَقَالَ إِنِّي	رَسُولُ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٤١﴾	إِذْ هُمْ
تو انہوں نے کہا کہ میں	تمام جہانوں کے پروردگار کا رسول ہوں	جب ہی وہ سب
مِنْهَا يَصْحَكُونَ ﴿٤٢﴾	وَمَا نُزِبُهُمْ	مِّنْ آيَةٍ إِلَّا
ان پر ہنستے تھے	اور ہم نہیں دکھاتے تھے ان لوگوں کو	کوئی بھی نشانی
مِنْ أُخْتِنَا ۚ	وَإِذْ هُمْ	وَقَالُوا يَا أَيُّهَا الشُّجْرُ
اپنی بہن سے	اور ہم نے پکڑا ان سب کو	عذاب سے
أَدْعُ لَنَا	رَبِّكَ	إِنَّا كَاهِنُونَ ﴿٤٣﴾
تو پکار (دعا کر) ہمارے لیے	اپنے رب کو	اس کے ساتھ جو
	بِسْمِ	عَهْدِ عِنْدَكَ ۚ
	اس نے عہد لیا تجھ سے	بیشک ہم یقیناً ہدایت پانے والے ہیں

فَلَمَّا كَشَفْنَا	عَنْهُمْ الْعَذَابَ	إِذْ أَهْمُوا	يَنْكُثُونَ ﴿٥١﴾	وَنَادَى فِرْعَوْنُ
پھر جب ہم کھول دیتے	ان سے عذاب کو	جب ہی وہ لوگ	عہد شکنی کرتے	اور نادادی فرعون نے
فِي قَوْمِهِ	قَالَ يَقُومُوا	أَلَيْسَ لِي	مُلْكٌ مِصْرَ	وَهَذِهِ الْأَنْهَارُ
اپنی قوم میں	اس نے کہا اے میری قوم	کیا نہیں ہے میرے لیے	مصر کی حکومت	اور یہ نہریں
تَجْرِي مِنْ تَحْتِي ۚ	أَفَلَا تُبْصِرُونَ ﴿٥٢﴾	أَمْ أَنَا خَيْرٌ		
جو بہتی ہیں میرے (محل کے) نیچے سے	تو کیا تم لوگوں کو سمجھانی نہیں دیتا	(کیا وہ بہتر ہے) یا میں بہتر ہوں		
مِنْ هَذَا اللَّيْلِ	هُوَ مَهِينٌ ﴿٥٣﴾	وَلَا يَكَادُ يُبِينُ ﴿٥٤﴾	فَلَوْلَا أَلْقَىٰ عَلَيْهِ	
اس سے جو (کہ)	وہی بے وقعت ہے	اور لگتا نہیں کہ وہ واضح کرے	تو کیوں نہیں ڈالے (اتارے) گئے اس پر	
أَسْوَرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ	أَوْ جَاءَ مَعَهُ	الْمَلَائِكَةُ مُقْتَرِنِينَ ﴿٥٥﴾	فَاسْتَخَفَّ	
کچھ کنگن سونے میں سے	یا (کیوں نہیں) آئے اس کے ساتھ	فرشتے حاضر رہنے والے ہوتے ہوئے	تو اس نے مت ماردی	
قَوْمَهُ	فَاطَاعُوهُ ۗ	إِنَّهُمْ كَانُوا	قَوْمًا فَاسِقِينَ ﴿٥٦﴾	
اپنی قوم کی	پھر انہوں نے اطاعت کی اس کی	بیشک وہ لوگ تھے ہی	ایک نافرمانی کرنے والی قوم	
فَلَمَّا آسَفُونَا	انْتَقَبْنَا مِنْهُمْ	فَاغْرَقْنَاهُمْ	أَجْعَلِينَ ﴿٥٧﴾	
پھر جب انہوں نے غصہ دلا یا ہم کو	تو ہم نے انتقام لیا ان سے	پھر ہم نے غرق کر دیا ان کو	سب کے سب کو	
فَجَعَلْنَاهُمْ	سَلَفًا	وَمَثَلًا	لِّلْآخِرِينَ ﴿٥٨﴾	
پھر ہم نے بنایا ان کو	ایک گزری ہوئی چیز	اور ایک مثال	آخری لوگوں کے لیے	

ان آیات میں بالا جمال حضرت موسیٰؑ اور فرعون کی سرگزشت بیان ہوئی ہے، جس سے مقصود اُس انتقام الہی کی تاریخی شہادت پیش کرنا ہے جس کا ذکر آیات 41-42 میں ہوا ہے کہ رسول کی تکذیب کے بعد اس کی قوم کا فیصلہ لازماً ہو جاتا ہے، خواہ رسول کی زندگی میں ہو یا اس کی ہجرت یا موت کے بعد۔ اللہ کا یہ انتقام اس کی ایک مقررہ سنت ہے جس کی گرفت سے کوئی قوم بھی نہیں بچتی۔ اس کے علاوہ ان آیات میں اس حقیقت کی عملی مثال بھی ہے جو آیت 40 میں بیان ہوئی کہ جو لوگ سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں برباد کر کے اور جان بوجھ کر گمراہی کی راہ اختیار کر لیتے ہیں ان کو کسی نشانی سے بھی ہدایت حاصل نہیں ہوتی۔ وہ بڑے سے بڑے معجزات دیکھنے کے بعد بھی اندھے ہی بنے رہتے ہیں۔ (تدبر قرآن)۔

نوٹ: 1

قدیم زمانے میں جب کسی شخص کو کسی علاقہ کا گورنر یا کسی غیر ملک کا سفیر مقرر کیا جاتا تھا تو بادشاہ کی طرف سے اسے خلعت عطا ہوتی تھی جس میں سونے کے کڑے یا کنگن بھی شامل ہوتے تھے۔ اور اس کے ساتھ سپاہیوں، چوہداروں اور خادموں کا ایک دستہ بھی ہوتا تھا تاکہ اس کا بدبہ قائم ہو اور اس بادشاہ کی شان و شوکت کا اظہار ہو جس کی طرف سے وہ مامور ہو کر آیا ہے۔ فرعون کا مطلب یہ تھا کہ اگر واقعی موسیٰؑ کو آسمان کے بادشاہ نے اپنی جانب سے اپنا سفیر بنا کر بھیجا تھا تو اسے خلعت شاہی ملا ہوتا اور فرشتوں کے پرے کے پرے اس کے ساتھ آئے ہوتے۔ یہ کیا بات ہوئی کہ ایک ملنگ ہاتھ میں لاٹھی لیے آکھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ میں رب العالمین کا رسول ہوں۔ (تفہیم القرآن)۔

نوٹ: 2

آیت نمبر (57 تا 65)

ترجمہ

وَلَمَّا ضُرِبَ	ابْنُ مَرْيَمَ	مَثَلًا	إِذَا قَوْمُكَ	مِنْهُ يُصَدُّونَ ﴿٥٥﴾
اور جب بیان کیا جاتا ہے	بی بی مریم کے بیٹے کا	بطور مثال کے	تب ہی آپ کی قوم	اس سے شور مچاتی ہے
وَقَالُوا	ءِ الْهَيْئَتَا خَيْرٌ	أَمْ هُوَ	مَا ضَرَبُوهُ لَكَ	إِلَّا جَدَلًا
اور وہ لوگ کہتے ہیں	کیا ہمارے الہ بہتر ہیں	یا وہ (عیسیٰ ؑ)	وہ لوگ نہیں بیان کرتے اس (رسول) کو آپ سے	مگر مناظرہ کرنے کے لیے
بَلْ هُمْ قَوْمٌ	خَصُمُونَ ﴿٥٦﴾	إِنْ هُوَ إِلَّا عَبْدٌ	أَعْبَدْنَا عَلَيْهِ	
بلکہ یہ دلگ ایک ایسی قوم ہیں	جو جھگڑالو ہے	نہیں ہے وہ مگر ایک بندہ	ہم نے انعام کیا جس پر	
وَجَعَلْنَاهُ	مَثَلًا	لِبَنِي إِسْرَائِيلَ ﴿٥٧﴾	وَلَوْ نَشَاءُ	لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ
اور ہم نے بنایا اس کو	ایک مثال (نمونہ اپنی قدرت کا)	بنی اسرائیل کے لیے	اور اگر ہم چاہتے	تو ہم ضرور بناتے تم میں سے
مَلَكًا	فِي الْأَرْضِ يَخْلُقُونَ ﴿٥٨﴾	وَأَنَّا	لَعَلَّمُ	لِلسَّاعَةِ
کچھ ایسے فرشتے جو	زمین میں جانشین ہوتے	اور (آپ کہیے) بیشک وہ (عیسیٰ ؑ)	یقیناً ایک علم (خبر) ہیں	اس گھڑی (قیامت) کے لیے
فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا	وَأَتَّبِعُونَ ط	هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ﴿٥٩﴾	وَلَا يُصَدِّكُمُ	
تو تم لوگ ہرگز شک مت کرو اس میں	اور تم لوگ پیروی کرو میری	یہ ایک سیدھا راستہ ہے	اور ہرگز نہ رو کے تم لوگوں کو	
الشَّيْطَانِ ج	إِنَّهُ لَكُمْ	عَدُوٌّ مُّبِينٌ ﴿٦٠﴾	وَلَمَّا جَاءَ عِيسَى	بِالْبَيِّنَاتِ
شیطان	بیشک وہ تمہارے لیے	ایک کھلا دشمن ہے	اور جب آئے عیسیٰ ؑ	واضح (نشانیوں) کے ساتھ
قَالَ	قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ	وَلِأُبَيِّنَ لَكُمْ	بَعْضَ الَّذِي	
تو انہوں نے کہا	میں لایا ہوں تم لوگوں کے پاس حکمت	اور تاکہ میں واضح کروں تمہارے لیے	اس کے بعض کو	
تَخْتَلِفُونَ فِيهِ ج	فَاتَّقُوا اللَّهَ	وَاطِيعُونَ ﴿٦١﴾	إِنَّ اللَّهَ	
تم لوگ اختلاف کرتے ہو جس میں	تو تقویٰ اختیار کرو اللہ کا	اور اطاعت کرو میری	بیشک اللہ	
هُوَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ	فَاعْبُدُوهُ ط	هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ﴿٦٢﴾	فَاخْتَلَفَ الْأَحْزَابُ	
وہی میرا رب ہے اور تم سب کا رب ہے	تو تم لوگ بندگی کرو اس کی	یہ ایک سیدھا راستہ ہے	پھر اختلاف کیا گروہوں نے	
مِنْ بَيْنِهِمْ ج	فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ	ظَلَمُوا	مِنْ عَذَابٍ يَوْمَ إِلْيَمٍ ﴿٦٣﴾	
ان کے مابین سے	تو تباہی ہے ان کے لیے جنہوں نے	ظلم کیا	ایک دردناک دن کے عذاب سے	

نوٹ: 1

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے قریش کے لوگو! اللہ کے سوا جس کسی کی عبادت کی جاتی ہے اس میں کوئی خیر نہیں۔ اس پر مشرکین نے کہا کہ نصاریٰ حضرت عیسیٰ ؑ کی عبادت کرتے ہیں اور آپ خود مانتے ہیں کہ وہ اللہ کے سوا ایک بندے اور اس کے نبی تھے۔ اسی طرح جب آیت - 21/98 نازل ہوئی کہ بلاشبہ اے مشرک! تم اور جن کی تم عبادت کرتے ہو وہ جہنم کا ایدھن بنیں گے۔ تو ایک کافر نے کہا کہ نصاریٰ

حضرت مسیحؑ کی عبادت کرتے ہیں اور یہود حضرت عزیزؑ کی، تو کیا یہ دونوں بھی جہنم کا ایندھن بنیں گے۔ اس پر مشرکین بہت خوش ہوئے۔ (اسی طرح مشرکین کا کہنا یہ بھی تھا کہ حضرت عیسیٰؑ تو بہر حال ابن مریم ہیں جبکہ ہمارے معبود تو فرشتے ہیں۔ (تدبر قرآن) مشرکین کے اس طرح کے اعتراضات کا جواب ان آیات میں دیا گیا ہے۔ ان سے بات واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو یہ فرمایا تھا کہ اللہ کے سوا جن کو لوگوں نے معبود بنا رکھا ہے وہ جہنم کا ایندھن ہوں گے یا حضورؑ نے جو فرمایا تھا کہ ان میں خیر نہیں، تو اس سے مراد وہ معبود تھے جو یا تو بے جان ہوں جیسے پتھر کے بت، یا جاندار ہوں مگر خود اپنی عبادت کا حکم دیتے ہوں یا اسے پسند کرتے ہوں جیسے شیاطین، اور نمرود وغیرہ۔ حضرت عیسیٰؑ ان میں کیسے داخل ہو سکتے ہیں جبکہ انہوں نے ہمیشہ توحید کی تعلیم دی تھی۔ (معارف القرآن)۔

نوٹ: 2

حضرت عیسیٰؑ کا قیامت کے لیے ایک علم ہونے کی دو تفسیریں کی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ ان کا بغیر باپ کے پیدا ہونا، اور مردوں کو زندہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ مردوں کو زندہ کرنا اللہ تعالیٰ کے لیے کچھ مشکل نہیں ہے لیکن اکثر مفسرین نے اس آیت کا یہ مطلب بتایا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کا دوبارہ آسمان سے نازل ہونا قیامت کی علامت ہے۔ چنانچہ آپ کا آخری زمانے میں دوبارہ تشریف لانا احادیث متواترہ سے ثابت ہے۔ (معارف القرآن)۔

آیت نمبر (66 تا 73)

ک و ب

(ن) کَوْبًا بے دستہ کے کوزہ سے پینا۔
کَوْبٌ ج آکواب۔ بے دستے کا پیالہ۔ آبخورہ۔ جام۔ زیر مطالعہ آیت۔ 71

ترجمہ

هَلْ يَنْظُرُونَ	إِلَّا السَّاعَةَ	أَنْ تَأْتِيَهُمْ	بَعْتَةٌ
وہ لوگ کیا انتظار کرتے ہیں	سوائے اس گھڑی (قیامت) کے	کہ وہ پہنچے ان کے پاس	بے سان وگمان
وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿٦٦﴾	الْإِخْلَاءِ	يَوْمَئِذٍ	عَدُوٌّ
اس حال میں کہ وہ لوگ شعور نہ رکھتے ہوں	سارے جگہری دوست!	اس دن	دشمن ہوگا
إِلَّا الْمُنَاقِبِينَ ﴿٦٧﴾	يُعْبَدُ	لَا خَوْفَ عَلَيْكُمْ	وَلَا أَنْتُمْ تَحْزَنُونَ ﴿٦٨﴾
سوائے پرہیزگاروں کے	اے میرے بندو	کوئی خوف نہیں تم لوگوں پر	اور نہ تم لوگ غمگین ہو گے
الَّذِينَ آمَنُوا	بِآيَاتِنَا	وَكَانُوا مُسْلِمِينَ ﴿٦٩﴾	أَدْخُلُوا الْجَنَّةَ
جو لوگ ایمان لائے	ہماری نشانیوں پر	اور وہ لوگ تھے فرمانبرداری کرنے والے	تم لوگ داخل ہو اس جنت میں
أَنْتُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ	تُحِبُّونَ ﴿٧٠﴾	يُطَافُ عَلَيْهِمْ	مِنْ ذَهَبٍ
تم اور (تمہارے ہم عقیدہ) تمہاری بیویاں	تمہاری آؤ بھگت کی جائے گی	گردش میں لائی جائیں گی ان پر	سونے میں سے
وَأَوْلَادٌ	وَفِيهَا مَا	الْأَنْفُسُ	الْأَعْيُنُ ﴿٧١﴾
اور جام	اور اس میں وہ ہے	جانیں	آنکھیں

وَإِنَّكُمْ فِيهَا	خُلِدُونَ ۝	وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي	أُورِثْتُمْوهَا
اور تم لوگ اس میں	ہمیشہ رہنے والے ہو	اور یہ وہ جنت ہے	تمہیں وارث بنا یا گیا جس کا

بِسَابِ	كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝	لَكُمْ فِيهَا	فَأَكْهَبَةٌ كَثِيرَةٌ	مِنْهَا تَأْكُلُونَ ۝
بسبب اس کے جو	تم لوگ عمل کرتے تھے	تمہارے لیے اس میں	بہت سارا پھل ہے	جس میں سے تم لوگ کھاؤ گے

نوٹ: 1

آیت - 67- میں یہ بات کھول کر بتادی کہ یہ دوستانہ تعلقات جن پر انسان دنیا میں ناز کرتا ہے اور جن کی خاطر حلال و حرام ایک کر ڈالتا ہے، قیامت کے روز نہ صرف یہ کہ کچھ کام نہ آئیں گے بلکہ عداوت میں تبدیل ہو جائیں گے۔ اسی لیے دنیا اور آخرت دونوں کے لحاظ سے بہترین دوستی وہ ہے جو اللہ کے لیے ہو۔ جن دو مسلمانوں میں صرف اللہ کے لیے محبت ہوتی ہے، احادیث میں ان کے بڑے فضائل وارد ہوئے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ میدان حشر میں یہ لوگ عرش کے سائے تلے ہوں گے اور اللہ کے لیے محبت کا مطلب یہ ہے کہ دوسرے سے اس بناء پر تعلق ہو کہ دین کا سچا پیرو ہے۔ (معارف القرآن)

یہ مضمون قرآن مجید میں بار بار جگہ جگہ (مختلف پیرائے میں) بیان کیا گیا ہے تاکہ ہر شخص اسی دنیا میں اچھی طرح سوچ لے کہ کن لوگوں کا ساتھ دینا اس کے لیے مفید ہے اور کن کا ساتھ تباہ کن ہے۔ (تفہیم القرآن)۔

نوٹ: 2

آیت - 70- میں ازواج کا لفظ استعمال ہوا ہے جو بیویوں کے لیے بھی استعمال ہو سکتا ہے اور ایسے لوگوں کے لیے بھی جو کسی کے ہم مشرب، ہم جھولی اور ہم جماعت ہوں۔ یہ وسیع المعنی لفظ اسی لیے استعمال کیا گیا ہے تاکہ اس کے مفہوم میں دونوں داخل ہو جائیں۔ اہل ایمان کی مؤمن بیویاں بھی ان کے ساتھ ہوں گی اور ان کے مؤمن دوست بھی جنت میں ان کے رفیق ہوں گے۔ (تفہیم القرآن)۔ اس آیت میں ازواج کے ترجمہ کے لیے ہم نے عقیدہ کا لفظ اس حقیقت کو واضح کرنے کے لیے اختیار کیا ہے کہ جن مومنوں کی بیویاں بھی اللہ کی نیک بندیاں ہوں گی، وہ تو جنت میں جائیں گی۔ لیکن جن مومنوں کی بیویوں کے لچھن اچھے نہیں ہوں گے وہ جنت میں نہیں جائیں گی بلکہ ان کو دوزخ میں داخل کیا جائے گا۔ جیسے حضرت نوح اور حضرت لوط کی بیویاں، جن سے کہا جائے گا کہ تم دونوں داخل ہو آگ میں داخل ہونے والوں کے ساتھ۔ (التحریم - ۱۰)

آیت نمبر (74 تا 83)

ب ر م

بَرَمًا	(ن)	رسی کو بٹ کر مضبوط کرنا۔ کام پختہ کرنا۔ بات طے کرنا۔
إِبْرَامًا	(انفال)	ثلاثی مجرد کا ہم معنی ہے۔ زیر مطالعہ آیت - 79۔
مُبْرَمًا		اسم الفاعل ہے۔ بات طے کرنے والا۔ زیر مطالعہ آیت - 79۔

ترجمہ

إِنَّ الْبُجْرَمِينَ	فِي عَذَابٍ جَهَنَّمَ	خُلِدُونَ ۝	لَا يُفْتَرُونَ عَنْهُمْ
بیشک مجرم لوگ	جہنم کے عذاب میں	ہمیشہ رہنے والے ہیں	اس (عذاب) کو ہلکا نہیں کیا جائے گا ان سے
وَهُمْ فِيهِ	مُبْسُونَ ۝	وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ	وَلَكِنْ كَانُوا هُمْ
اور وہ لوگ اس میں	شدید مایوس و غمگین ہونے والے ہیں	اور ہم نے ظلم نہیں کیا ان لوگوں پر	اور لیکن وہ لوگ ہی تھے

الظَّالِمِينَ ﴿٥٠﴾	وَنَادُوا	يَبْلُغُكَ	لِيَقْضِ عَاقِبَتَنَا	رَبَّنَا ط	قَالَ
ظلم کرنے والے	اور وہ لوگ پکاریں گے	اے مالک	چاہیے کہ کام تمام کرے ہمارا	تیرا رب	وہ (فرشتہ مالک) کہے گا
إِنِّكُمْ	مُكِنُّونَ ﴿٥١﴾	لَقَدْ جِئْنَاكُمْ	بِالْحَقِّ	وَلَكِنَّ أَكْثَرَكُمْ	لِيَحِقَّ كِرْهُونَ ﴿٥٢﴾
یقیناً تم لوگ	ٹھہرنے والے ہو	بیشک ہم لاکچھے تمہارے پاس	حق کو	اور لیکن تم لوگوں کے اکثر	حق سے کراہیت کرنے والے ہو
أَمْ أَرْبُومًا	أَمْرًا	فَأَنَّا	مُذْمُومُونَ ﴿٥٣﴾	أَمْ يَحْسَبُونَ	أَنَّا لَا نَسْمَعُ
یا ان لوگوں نے عزم مصمم کیا	ایک معاملہ میں	تو یقیناً ہم (بھی)	مصمم عزم کرنے والے ہیں	یا یہ لوگ گمان کرتے ہیں	کہ ہم نہیں سنتے
سِرَّهُمْ	وَنَجْوَاهُمْ ط	بَلَىٰ	وَرُسُلَنَا	لَدَيْهِمْ	يَكْتُمُونَ ﴿٥٤﴾
ان کی خفیہ (بات) کو	اور ان کی کانپھوسی کو	کیوں نہیں	اور ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے)	ان کے نزدیک	لکھتے ہیں
قُلْ إِنْ كَانَ	لِلرَّحْمٰنِ وَكَدُّ ۖ	فَأَنَّا	أَوَّلَ الْعٰبِدِينَ ﴿٥٥﴾		
آپ کہیے اگر ہوتی	رحمان کے لیے کوئی اولاد	تو میں	عبادت کرنے والوں کا پہلا ہوتا		
سُبْحٰنَ	رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ	رَبِّ الْعَرْشِ	عَمَّا	يَصِفُونَ ﴿٥٦﴾	
پاکیزگی ہے	زمین و آسمانوں کے پروردگار کی	جو عرش کا مالک ہے	اس سے جو	یہ لوگ بتاتے ہیں	
فَدَرَّهْمٌ	يَخْوَضُونَ	وَيَلْعَبُونَ	حَتَّىٰ يُلَاقُوا	يَوْمَهُمُ الَّذِي	يُوعَدُونَ ﴿٥٧﴾
تو آپ چھوڑیں ان کو	بے پرکی اڑاتے رہیں	اور کھیلتے رہیں	یہاں تک کہ وہ لوگ ملاقات کریں	اپنے اس دن سے جس کا	ان سے وعدہ کیا جاتا ہے

نوٹ: 1 مجرمین پر عذاب اس طرح مسلط ہوگا کہ اس سے نجات پانا تو دور کنار، کبھی عارضی اور وقتی طور پر بھی، نہ تو وہ ٹالا جائے گا اور نہ ہی اس میں کوئی تخفیف ہوگی۔ آخری درجے میں یہ موہوم امید بھی کبھی سہارا بن جاتی ہے کہ شاید اس عذاب سے کبھی رہائی مل جائے یا کبھی اس میں کوئی تخفیف ہی ہو جائے لیکن ان بد سختوں کے لیے اس طرح کا کوئی موہوم سہارا بھی نہ ہوگا۔ اپنی ابدی مایوسی کی وجہ سے وہ دوزخ کے داروغہ سے کہیں گے کہ اے مالک! اگر ہمارے لیے کسی رحم کی گنجائش نہیں رہی تو اپنے رب سے ہمارے لیے درخواست کرو کہ وہ ہمارا خاتمہ ہی کر دے۔ وہ جواب دے گا کہ تمہارا خاتمہ نہیں کیا جائے گا بلکہ تم نے اسی حال میں پڑے رہنا ہے۔ مایوس کے لیے آخری سہارا موت کا ہوتا ہے لیکن یہ لوگ اس سہارے سے بھی محروم ہوں گے اور یہ ان کی سب سے بڑی محرومی ہوگی۔ (تدبر قرآن)۔

نوٹ: 2 آیت 79۔ میں قریش کو فیصلہ کن عذاب کی وارننگ دی ہے کہ اگر انہوں نے قرآن اور رسول کی تکذیب کا فیصلہ کر لیا ہے تو یاد رکھیں کہ اس کے بعد اپنی سنت کے مطابق ہم بھی ان کو ہلاک کرنے کا فیصلہ کر لیں گے۔ (تدبر قرآن)۔

آیت نمبر (84 تا 89)

وَهُوَ الَّذِي	فِي السَّمٰوٰتِ اِلٰهٌ	وَ فِي الْاَرْضِ اِلٰهٌ ط	وَهُوَ الْحَكِيْمُ
اور وہ ہے جو	آسمان میں اللہ ہے	اور زمین میں اللہ ہے	اور وہ ہی حکمت والا ہے
الْعَلِيْمُ ﴿٥٨﴾	وَتَبٰرَكَ الَّذِي لَهٗ	مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ	وَمَا
علم والا ہے	اور بابرکت ہو وہ جس کے لیے	زمین اور آسمانوں کی حکومت ہے	اور اس کی جو
			بَيْنَهُمَا ۚ
			ان دونوں کے درمیان ہے

وَعِنْدَكَ	عِلْمُ السَّاعَةِ	وَالْيَهُ تَرْجَعُونَ ﴿٥٤﴾	وَلَا يَبْلُوكُ الَّذِينَ
اور اسی کے پاس	اس گھڑی کا علم ہے	اور اس کی طرف ہی تم لوگ لوٹائے جاؤ گے	اور اختیار نہیں رکھتے وہ لوگ جن کو
يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ	الشَّفَاعَةَ	إِلَّا مَنْ	وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿٥٥﴾
یہ لوگ پکارتے ہیں اس کے علاوہ	شفاعت کا	سوائے اس کے جس نے	اس حال میں کہ وہ لوگ جانتے ہیں
وَلَيْنِ سَأَلْتَهُمْ	مَنْ خَلَقَهُمْ	لَيَقُولُنَّ	فَأَنَّى يُؤْفَكُونَ ﴿٥٦﴾
اور بیشک اگر آپ پوچھیں ان سے	کس نے پیدا کیا ان کو	تو یہ لوگ لازماً کہیں گے	پھر کہاں سے یہ لوگ پھیرے جاتے ہیں
وَقِيلَهُ	يَرْبِّ	إِنَّ هُوَ لَآءِ	لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٥٧﴾
قسم ہے ان کے قول کی کہ	اے میرے رب	بیشک یہ لوگ	ایمان نہیں لاتے
فَأُصْفِحَ عَنْهُمْ	وَقُلْ سَلَامٌ	فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ﴿٥٨﴾	
تو آپ درگزر کریں ان سے	اور کہیں (ان کو) سلام	پھر عنقریب یہ لوگ جان لیں گے	

آیت - 86 - میں إِلَّا مَنْ شَهِدَ میں استثناء منقطع ہے یعنی اس سفارش کا اختیار تو کسی کو بھی نہیں ہوگا، البتہ اللہ تعالیٰ جس کو اجازت دے گا وہ حق بات کی گواہی دے گا اور وہ گواہی اسی بات کی ہوگی جس کو گواہی دینے والے جانتے ہوں گے۔ قرآن میں جگہ جگہ اس بات کی تصریح ہے کہ خدا کے سامنے صرف وہ لوگ زبان کھولیں گے جن کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت ملے گی اور اسی کے لیے زبان کھولیں گے جس کے باب میں ان کو اجازت ملے گی۔ (تدبر قرآن)۔

نوٹ: 1

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سورة الدخان (44)

آیت نمبر (1 تا 16)

حَمْدٌ ﴿١﴾	وَأَلَكِتَابِ الْمُبِينِ ﴿٢﴾	إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ	فِي لَيْلَةٍ مُبَارَكَةٍ	إِنَّا كُنَّا
-	قسم ہے اس واضح کرنے والی کتاب کی	بیشک ہم نے اتارا اس کو	ایک برکت دی ہوئی رات میں	بیشک ہم ہیں
مُنذِرِينَ ﴿٣﴾	فِيهَا يُفَرَّقُ	كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ ﴿٤﴾	أَمْرًا	مِنْ عِنْدِنَا ط
خبردار کرنے والے	اس (رات) میں جدا جدا کیے جاتے ہیں	تمام حکمت والے کام	حکم ہوتے ہوئے	ہمارے پاس سے
إِنَّا كُنَّا	مُرْسِلِينَ ﴿٥﴾	مِنْ رَبِّكَ ط	إِنَّكَ هُوَ السَّبِيحُ	الْعَلِيمُ ﴿٦﴾
بیشک ہم ہیں	بھیجنے والے	آپ کے رب (کی طرف) سے	بیشک وہ ہی سننے والا ہے	جاننے والا ہے
رَبِّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ	وَمَا بَيْنَهُمَا	إِنْ كُنْتُمْ مُوقِنِينَ ﴿٧﴾	لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ	
جو زمین اور آسمانوں کا رب ہے	اور اس کا جو ان کے درمیان ہے	اگر تم لوگ یقین کرنے والے ہو	کوئی الہ نہیں ہے مگر وہ	

يُنحَى وَيُيَبِّتُ ط	رَبُّكُمْ	وَرَبُّ آبَائِكُمُ الْأُولِينَ ①	بَلْ هُمْ فِي شَكٍّ
وہ (ہی) زندگی دیتا ہے اور موت دیتا ہے	(وہ ہی) تمہارا رب ہے	اور تمہارے اگلے آباء و اجداد کا رب ہے	بلکہ وہ لوگ کسی شک میں
يَلْعَبُونَ ⑤	فَأَنْتَقِبُ	يَوْمَ	تَأْتِي السَّمَاءُ
کھیلتے ہیں	پس تو انظار کر	اس دن کا (کہ)	لائے گا آسمان
يُدْخِلُ خَائِنُ الْمُؤْمِنِينَ ⑥	يَغْشَى النَّاسَ ط	إِنَّا مُؤْمِنُونَ ⑩	الْعَذَابِ
ایک واضح دھواں	وہ چھائے گا لوگوں پر	بیشک ہم ایمان لانے والے ہیں	اس عذاب کو
هَذَا عَذَابٌ أَلِيمٌ ⑪	رَبَّنَا	اَكْشِفْ عَنَّا	الْعَذَابِ
یہ ایک دردناک عذاب ہے	اے ہمارے رب	تو ہٹا دے ہم سے	بیشک ہم ایمان لانے والے ہیں
أَنْتَ لَهُمْ	الذِّكْرَى	وَ	قَدْ جَاءَهُمْ
کہاں سے ہوگی ان کے لیے	بڑی نصیحت	اس حال میں کہ	آچکے ان کے پاس
رَسُولٌ مُّبِينٌ ⑬	كَاغْشَى النَّاسِ ط	إِنَّا مُؤْمِنُونَ ⑭	الْعَذَابِ
واضح کرنے والے رسول	وہ چھائے گا لوگوں پر	بیشک ہم ایمان لانے والے ہیں	اس عذاب کو ہٹانے والے ہیں
ثُمَّ تَوَلَّوْا عُنُقَهُ	وَقَالُوا مَعَلَمٌ	مَجْنُونٌ ⑮	إِنَّا
پھر ان لوگوں نے روگردانی کی ان سے	اور انہوں نے کہا سکھایا ہوا ہے	دیوانہ ہے	بیشک ہم
قَبِيلًا	إِنَّا كُمْ عَائِدُونَ ⑯	يَوْمَ نَبْطِشُ	الْبَطْشَةَ الْكُبْرَى
تھوڑا سا	بیشک تم لوگ دوبارہ (وہی) کرنے والے ہو	جس دن ہم پکڑیں گے	سب سے بڑی پکڑ
إِنَّا مُنْتَقِمُونَ ⑰	كَاغْشَى النَّاسِ ط	إِنَّا مُؤْمِنُونَ ⑱	الْعَذَابِ
بیشک ہم انتقام لینے والے ہیں	وہ چھائے گا لوگوں پر	بیشک ہم ایمان لانے والے ہیں	اس عذاب کو ہٹانے والے ہیں

نوٹ: 1

مبارک رات میں قرآن کے نازل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ لوح محفوظ سے پورا قرآن سماء دنیا پر اسی رات میں نازل کر دیا گیا تھا پھر 23۔ سال کی مدت میں تھوڑا تھوڑا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوتا رہا۔ بعض حضرات نے فرمایا کہ ہر سال جتنا قرآن نازل ہونا مقدر ہوتا تھا اتنا ہی شب قدر میں لوح محفوظ سے سماء دنیا پر نازل کر دیا جاتا تھا۔ (معارف القرآن)۔

كَيْفَ تُمَدُّوْنَكَ سَمَاءَ عَالَمٍ مِّنْ قَبْلِ يَوْمٍ لَّا تَمْلِكُ فِيهِ نَفْسٌ سَأَلْتَهُ بِحُجْرَاتِهَا وَأَنْتَ الْمَلِكُ الْغَنِيُّ ⑲

کیسے تیرا مددگار ہے سماء عالم سے پہلے اس دن سے پہلے تو اس کی مددگار نہیں تھی۔ (البقرہ۔ 185) رہا یہ سوال کہ یہ رمضان کی کون سی رات ہے تو روایات کی روشنی میں یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ یہ رمضان کے آخری عشرے کی کوئی رات ہے۔ ان تصریحات سے یہ بات آپ سے آپ واضح ہو جاتی ہے کہ اس سے شعبان یا کسی اور مہینہ کی کوئی رات مراد لینے کی گنجائش نہیں ہے۔ (تدبر قرآن)

نوٹ: 2

آیات۔ 10۔ 16۔ کی تفسیر میں اختلاف ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی رائے ہے کہ جب قریش کے لوگ اسلام قبول کرنے سے انکار اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرتے ہی چلے گئے تو مکہ میں شدید قحط پڑا کہ لوگ ہڈیاں اور چھڑا تک کھا گئے۔ اس زمانے میں حالت یہ تھی کہ جو شخص آسمان کی طرف دیکھتا تھا تو اسے بھوک کی شدت میں بس دھواں ہی دھواں نظر آتا تھا۔ آخر کار ابوسفیان نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کی درخواست کی کہ اللہ اس مصیبت کو دور کر دے۔ یہی زمانہ تھا جب قریش کے لوگ کہنے لگے تھے کہ خدایا ہم پر سے یہ عذاب دور کر دے تو ہم ایمان لے آئیں گے۔ اسی واقعہ کا ذکر ان آیات میں کیا گیا ہے۔ اور بڑی گرفت سے مراد وہ ضرب ہے جو جنگ بدر کے روز قریش کو لگائی گئی۔ متعدد اکا بر مفسرین نے بھی عبداللہ بن مسعودؓ کی رائے کو اختیار کیا ہے۔

دوسری طرف ابن عباسؓ اور دیگر صحابہ کرام کی رائے ہے کہ ان آیات میں قیامت کے قریب زمانے کا ذکر ہے اور وہ دھواں جس کی خبر دی گئی ہے، اسی زمانے میں زمین پر چھائے گا۔ مزید تقویت اس تفسیر کو ان روایات سے ملتی ہے جن میں رسول اللہ ﷺ نے دھویں کو علاماتِ قیامت میں شمار کیا ہے اور آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ وہ دھواں جب چھائے گا تو مؤمن پر اس کا اثر صرف زکام جیسا ہوگا اور کافر کی نس نس میں وہ بھر جائے گا۔

ان دونوں تفسیروں کا تعارض ان آیات پر غور کرنے سے باسانی رفع ہو سکتا ہے۔ یہ امر واقعہ ہے کہ مکہ میں سخت قحط رونما ہوا تھا جس سے کفار بہت کچھ ڈھیلے پڑ گئے تھے اور انہوں نے اسے رفع کرانے کے لیے حضورؐ سے دعا کی درخواست کی تھی۔ اس واقعہ کی طرف قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اشارے کیے گئے ہیں۔ پھر کفار کا یہ کہنا کہ ”پروردگار عذاب ٹال دے ہم ایمان لاتے ہیں“ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ ”ان کی غفلت کہاں دور ہوتی ہے جبکہ ان کے پاس رسول مبین آگیا پھر بھی یہ اس کی طرف ملتفت نہ ہوئے“ پھر یہ فرمانا کہ ”ہم ذرا عذاب ہٹائے دیتے ہیں تم لوگ پھر وہی کرو گے“ یہ ساری باتیں اسی صورت میں راست آ سکتی ہیں جبکہ واقعہ حضورؐ ہی کے زمانے کا ہو۔ اس لیے اس حد تک تو ابن مسعودؓ کی تفسیر ہی صحیح معلوم ہوتی ہے۔ لیکن اس کا یہ حصہ صحیح نہیں معلوم ہوتا کہ دھواں بھی اسی زمانے میں ظاہر ہوا تھا۔ اور اس کی شکل یہ تھی کہ بھوک کی شدت میں لوگ جب آسمان کی طرف دیکھتے تو دھواں دھواں نظر آتا تھا۔ یہ بات قرآن مجید کے ظاہر الفاظ سے بھی مطابقت نہیں رکھتی اور احادیث کے بھی خلاف ہے۔ قرآن میں کہاں کہا گیا ہے کہ آسمان دھواں لیے ہوئے آگیا اور لوگوں پر چھا گیا۔ وہاں تو کہا گیا ہے کہ اس دن کا انتظار کرو جب آسمان صریح دھواں لیے ہوئے آئے گا۔ بعد کی آیات کو نگاہ میں رکھ کر دیکھا جائے تو اس ارشاد کا صاف مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب تم نہ رسول کے سمجھانے سے مانتے ہو نہ قحط کی تنبیہ سے ہی ہوش میں آتے ہو تو پھر انتظار کرو۔ پس جہاں تک دھویں کا تعلق ہے، اس کے بارے میں صحیح بات یہی ہے کہ وہ قحط کے زمانے کی چیز نہیں ہے بلکہ علاماتِ قیامت میں سے ہے۔ (تفہیم القرآن)۔

جب علامتِ قیامت کے طور پر دھواں چھائے گا تو اس کی حقیقی شکل کیا ہوگی، یہ بات صرف اللہ جانتا ہے۔ لیکن ایک امکانی بات پھر بھی کہی جاسکتی ہے کہ قیامت کے قریب آسمان اپنی اصلی حالت کی طرف لوٹنا شروع ہو جائے گا کیوں کہ ابتداءً وہ دھواں ہی تھا۔ جیسے قرآن مجید میں ہے کہ ”پھر وہ متوجہ ہوا آسمان کی طرف اس حال میں کہ وہ دھواں تھا۔“ (41/ حم السجدة: 11)